URDU Gif Format

# اھلاک الوھابیین علی توھین قبور المسلمین

۱۳۲۲ھ

قبورِ مسلمین کی توہین کی بناء پر وہابیوں کی سرکوبی

مصنف:

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمہ

ALAHAZRAT NETWORK
اعلحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

رسالہ

# اهلاك الوهابيين على توهين قبور المسلمين

۱۳۲۲ھ

## (قبورِ مسلمین کی توہین کی بنا پر وہابیوں کی سرکوبی)

**مسئلہ ۱۳۸-ب:** علمائے دین اور مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک گورستان (اہلسنت) قدیم کی (پرانی) قبروں کو عمداً کھود کر اپنے رہنے کے لیے مکان بنانا موافق مذہب حنفی کے جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسا کرنے میں اہلِ قبور کی توہین و اہانت ہوگی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔



## الجواب

ومنہ الھدایۃ الی الحق والصواب

جاننا چاہئے کہ انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و عامۂ مومنینِ اہلسنت کے ساتھ جو قلبی عداوت فرقۂ نجدیہ وہابیہ کو ہے ایسی اور کسی فرقۂ مبتدعہ کو نہیں ہے، اسی وجہ سے اس فرقۂ محدثہ کے اکابر ملاعنہ کی تصانیفِ اباطیل اہانتِ محبوبانِ خدا سے بھری پڑی ہیں۔ جس کا جی چاہے وہ نجدی و اسمٰعیل دہلوی و صدیق حسن بھوپالی و خرم علی و رشید گنگوہی وغیرہ کی تالیفاتِ باطلہ اٹھا کر دیکھ لے کہ قسم قسم کی اہانتوں سے پُر ہیں۔ منجملہ ان کے ایک اہانت قبورِ انبیاء و شہداء و اولیاء علیہم السلام کا منہدم و نابود تا بمقدور کرنا اس فرقے کا شعار ہوگیا ہے۔

## شیخ نجدی نے روضۂ اقدس کو گرانے کا ارادہ کیا تھا

علامہ احمد بن علی بصری کتاب فصل الخطاب فی رد ضلالات ابن عبد الوہاب میں فرماتے ہیں:

منها انه صرح انه یقول لو اقدر علی حجرۃ الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لھدمتہا[1]۔

ان میں سے ایک یہ بات صحیح ہے کہ وُہ کہتا ہے میں اگر قدرت پاؤں تو روضۂ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو توڑ دوں۔ (ت)

## شیخ نجدی نے شہداء وصحابہ کرام کے مزار توڑے

اور یہی علامہ بصری ایک دوسرے مقام میں لکھتے ہیں :

اقول تھدیم قبور شھداء الصحابۃ المذکورین لاجل البناء علٰی قبورھم ضلالۃ ای ضلالتہ انتھٰی مختصرًا[2]۔

یعنی نجدی کا شہداء صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی قبور کو قبّوں کی وجہ سے توڑ ڈالنا بڑی ضلالت اور گمراہی اس نجدی کی ہے (بالاختصار)۔ (ت)

اور یہی علامہ مذکور تیسرے مقام میں لکھتے ہیں :

قال بعضھم ولوکان المبنی علیہ مشھورا بالعلم والصلاح اوکان صحابیا وکان المبنی علیہ قبۃ وکان البناء علٰی قدر قبرہ فقط ینبغی ان لایھدم لحرمتہ بنشہ وان اندرس اذا علمت ھذا فھذا البناء علٰی قبور ھؤلاء الشھداء من الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم لایخلو اما ان یکون واجبًا اوجائزًا بغیر کراھۃ وعلٰی کل فلایقدم علی الھدم الارجل مبتدع ضال لاستلزامہ انتھاك حرمۃ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الواجب علٰی کل مسلم محبتھم ومن محبتھم وجوب توقیرھم وای توقیرھم عند من ھدم قبورھم حتی بدت ابدانھم واکفانھم کما ذکر بعض

بعض علماء نے فرمایا کہ صاحبِ قبہ اگر کوئی مشہور عالم، متقی یا صحابی ہے اور قبہ صرف قبر کے برابر ہو تو اسے منہدم نہ کرنا چاہئے کیونکہ خواہ اس کا نشان بھی کیوں نہ مٹ جائے مگر اس کا کھولنا جائز نہیں۔ اب آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان شہید صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی قبور پر عمارات بنانا یا تو واجب ہوگا یا بلاکراہت جائز، اور بہرصورت منہدم کرنا جائز نہیں، اور یہ صرف وہی شخص کرسکتا ہے جو بدعتی اور گمراہ ہو کیونکہ اس سے اصحابِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بے حُرمتی ہوتی ہے حالانکہ ان کی تعظیم اور توقیر ہر مسلمان پر واجب ہے، اب وُہ لوگ تعظیم کرنے والے کیسے قرار پاسکتے ہیں جنھوں نے شہداء کی قبور کھود ڈالیں جبکہ بعض کے جسم

---

[1] و [2] فصل الخطاب فی رد ضلالات ابن عبدالوہاب

علماء نجد فی سوال ارسلہ الی انتہی مختصراً[1] | اور کفن بھی ظاہر ہو گئے، جیسا کہ بعض علماء نجد نے اس سوال کے جواب میں ذکر کیا اھ مختصراً

## وہابیہ رُوسیاہ کے نزدیک انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام معاذ اللہ منہا مر کر مٹی ہو گئے ہیں

ان بدبختوں کے نزدیک ظاہری موت کے بعد یہ بالکل بے حس و بے شعور ہو جاتے ہیں اور مر کر معاذ اللہ (پناہ بخدا) مٹی میں مل جاتے ہیں۔ ملا اسمٰعیل دہلوی اپنی کتاب تقویت الایمان کے صفحہ ۶۰ میں حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ ارفع و اعلیٰ میں بکتا ہے کہ:

"میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں"[2]۔

جب سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ان ملاعنہ کا ایسا ناپاک خیال ہے اور ان کے روضۂ اطہر اور شہداء و صحابہ کرام علیہم الرضوان کی قبور کو منہدم کرنے کا بیہودہ خیال ہے تو باقی اموات عامہ مومنین صالحین کی نسبت پوچھنا کیا ہے۔ جب قبورِ مومنین بلکہ اولیاء علیہم السلام اجمعین کا توڑنا اور منہدم کرنا شعارِ نجدیہ وہابیہ ہوا تو کسی کو جائز نہیں ہے کہ وہ صورتِ مسئولہ میں قبورِ مومنین اہلسنّت کو توڑ کر بلکہ ان کو کھود کر ان پر اپنی رہائش و آسائش کے مکان بنا کر ان میں لذاتِ دُنیا میں مشغول و منہمک ہو جو قطعاً و یقیناً اصحابِ قبور کو ایذا دینا اور ان کی اہانت اور توہین کرنا ہے جو کسی طرح جائز نہیں۔



## اہلسنّت کے نزدیک انبیاء و شہداء و اولیاء اپنے ابدان مع اکفان کے زندہ ہیں

اہلسنّت کے نزدیک انبیاء و شہداء علیہم التحیۃ والثناء اپنے ابدان شریفہ سے زندہ ہیں بلکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ابدانِ لطیفہ زمین پر حرام کئے گئے ہیں کہ وہ ان کو کھائے۔ اسی طرح شہداء و اولیاءً

عہ سابقاً علامہ بصری علیہ الرحمۃ کے قول میں گزرا کہ نجدی نے جب قبورِ شہداء صحابہ کرام علیہم الرضوان کو شہید کیا تو ان میں ان کے کفن اور بدن شریف سب سلامت تھے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مدفون ہوئے تخمیناً بارہ سو سال گزر چکے تھے، پس ہزار تف ہے ملا اسمٰعیل اور اس کے مقلدین وہابیہ رُوسیاہ پر کہ اُن کا ایسا ناپاک عقیدہ ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس و اطہر کے ساتھ کہ جو مسلمان کی شان کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ اہلسنّت کو ان کی صحبتِ بد سے بچائے۔ آمین!

---

[1] فصل الخطاب فی ردِّ ضلالات ابن عبد الوہاب

[2] تقویۃ الایمان مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ، لاہور ص ۴۲

علیہم الرحمۃ والثناء کے ابدان وکفن بھی قبور میں صحیح وسلامت رہتے ہیں وہ حضرات روزی و رزق دیے جاتے ہیں، علامہ سبکی شفاء السقام میں لکھتے ہیں:

وحیاۃ الشھداء اکمل واعلیٰ فھذا النوع من الحیاۃ والرزق لایحصل لمن لیس فی رتبتھم، وانما حیاۃ الانبیاء اعلیٰ واکمل واتم من الجمیع لانھا للروح والجسد علی الدوام علی ماکان فی الدنیا۔[1]

شہداء کی زندگی بہت اعلیٰ ہے، زندگی اور رزق کی یہ قسم ان لوگوں کو حاصل نہیں ہوتی جو ان کے ہم مرتبہ نہیں، اور انبیاء کی زندگی سب سے اعلیٰ ہے اس لیے کہ وہ جسم و روح دونوں کے ساتھ ہے جیسی کہ دنیا میں تھی اور ہمیشہ رہے گی۔

اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تذکرۃ الموتیٰ میں لکھتے ہیں:

"اولیاء اللہ گفتہ اند ارواحنا اجسادنا یعنی ارواحِ ایشاں کار اجساد مے کنند، وگاہے اجساد از غایت لطافت برنگِ ارواح مے برآید، می گویند کہ رسولِ خدا را سایہ نبود (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم) ارواحِ ایشاں از زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند مے روند، وبسبب ایں ہمہ حیات اجساد آنہا را در قبر خاک نمی خورد بلکہ کفن ہم می ماند۔ ابن ابی الدنیا از مالک روایت نمود ارواحِ مومنین ہر جا کہ خواہند سیر کنند، مراد از مومنین کاملین اند، حق تعالٰی اجسادِ ایشاں را قوتِ ارواح مے دہد کہ در قبور نماز میخوانند (ادا کنند) وذکر می کنند وقرآن کریم مے خوانند۔"[2]

اولیاء اللہ کا فرمان ہے کہ ہماری روحیں ہمارے جسم ہیں۔ یعنی ان کی ارواح جسموں کا کام دیا کرتی ہیں اور کبھی اجسام انتہائی لطافت کی وجہ سے ارواح کی طرح ظاہر ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ ان کی ارواح زمین آسمان اور جنت میں جہاں بھی چاہیں آتی جاتی ہیں، اس لیے قبروں کی مٹی ان کے جسموں کو نہیں کھاتی ہے بلکہ کفن بھی سلامت رہتا ہے۔ ابن ابی الدنیا نے مالک سے روایت کی ہے کہ مومنین کی ارواح جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں، مومنین سے مراد کاملین ہیں، حق تعالٰی ان کے جسموں کو روحوں کی قوت عطا فرماتا ہے تو وہ قبروں میں نماز ادا کرتے اور ذکر کرتے ہیں اور قرآن کریم پڑھتے ہیں۔



اور شیخ الہند محدث دہلوی علیہ الرحمۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

اولیائے خدائے تعالٰی نقل کردہ شدند ازیں دارِ فانی بدارِ بقا

اللہ تعالٰی کے اولیاء اس دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف

---

[1] شفاء السقام الفصل الرابع من الباب التاسع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۰۶

[2] تذکرۃ الموتیٰ والقبور اردو ارواح کے ٹھہرنے کی جگہ نوری کتب خانہ نوری مسجد اسلام گنج لاہور ص ۷۵

28

وزندہ اند نزد پروردگار خود، ومرزوق اند وخوشحال اند، ومردم را ازاں شعور نیست [1]

کوچ کرگئے ہیں اور اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں، انھیں رزق دیا جاتا ہے، وُہ خوش حال ہیں، اور لوگوں کو اس کا شعور نہیں۔

اور علامہ علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

لافرق لہم فی الحالین ولذا قیل اولیاء اللہ لایموتون ولکن ینتقلون من دار الٰی دار [2]

اولیاء اللہ کی دونوں حالتوں (حیات وممات) میں اصلاً فرق نہیں، اسی لیے کہا گیا ہے کہ وہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں تشریف لے جاتے ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے شرح الصدور میں اولیائے کرام علیہم الرضوان کی حیات بعد ممات کے متعلق چند روایات مستندہ لکھی ہیں جو یہاں نقل کی جاتی ہیں:

امام عارف باللہ استاذ ابو القاسم قشیری قدس سرہٗ اپنے رسالے میں بسندِ خود حضرت ولی مشہور سیدنا ابوسعید خراز قدس اللہ سرہ الممتاز سے راوی کہ میں مکہ معظمہ میں تھا، باب بنی شیبہ پر ایک جوان مُردہ پڑا پایا، جب میں نے اس کی طرف نظر کی تو مجھے دیکھ کر مسکرایا اور کہا:

یا اباسعید اما علمت ان الاحباء احیاء وان ماتوا وانما ینقلون من دار الٰی دار [3]

اے ابوسعید! کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالٰی کے پیارے زندہ ہیں اگرچہ مرجائیں، وہ تو یہی ایک گھر سے دوسرے گھر میں بدلائے جاتے ہیں۔



وہی عالی جناب حضرت سیدی ابوعلی قدس سرہٗ سے راوی ہیں:

میں نے ایک فقیر کو قبر میں اتارا، جب کفن کھولا ان کا سر خاک پر رکھ دیا کہ اللہ تعالٰی ان کی غربت پر رحم کرے۔ فقیر نے آنکھیں کھول دیں اور مجھ سے فرمایا: یا اباعلی اتذللنی بین یدی من یدللنی (اے ابوعلی! تم مجھے اس کے سامنے ذلیل کرتے ہو جو میرے ناز اُٹھاتا ہے) میں نے عرض کی: اے سردار میرے! کیا موت کے بعد زندگی ہے؟ فرمایا: بل انا حیّ وکل محب اللہ حی لانصرنک بجاھی غدا [4] (میں زندہ ہوں، اور خدا کا ہر پیارا زندہ ہے، بیشک وُہ وجاہت وعزت جو مجھے روزِ قیامت ملے گی اس سے میں تیری مدد کروں گا)

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب الجہاد باب حکم الاسراء مطبع تیج کمار لکھنؤ ۳/ ۴۰۲

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب الجمعۃ فصل الثالث " امدادیہ ملتان ۳/ ۲۴۱

[3] شرح الصدور باب زیارۃ القبور وعلم الموتٰی خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۸۶

[4] " " " " " " " " "

وہی جناب مستطاب حضرت ابراہیم بن شیبان قدس سرہٗ سے راوی :

"میرا ایک مرید جوان فوت ہوگیا، مجھ کو سخت صدمہ ہُوا، نہلانے بیٹھا، گھبراہٹ میں بائیں طرف سے ابتداء کی، جوان نے وُہ کروٹ ہٹا کر اپنی دہنی کروٹ میری طرف کی، میں نے کہا: جانِ پدر! تُو سچا ہے مجھ ہی سے غلطی ہُوئی"۔[1]

وہی امام، حضرت ابویعقوب سوسی نہر جوری قدس سرہٗ سے راوی :

"میں نے ایک مرید کو نہلانے کے لیے تختے پر لٹایا اُس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا۔ میں نے کہا: جانِ پدر! میں جانتا ہُوں کہ تُو مردہ نہیں یہ تو صرف مکان بدلنا ہے، لے میرا ہاتھ چھوڑ دے"۔[2]

جنابِ ممدوح انھیں عارف موصوف سے راوی،

"مکۂ معظمہ میں ایک مرید نے مجھ سے کہا: پیر و مرشد! میں کل ظہر کے وقت مرجاؤں گا، حضرت ایک اشرفی لیں، آدھی میں میرا دفن اور آدھی میں میرا کفن کریں۔ جب دُوسرا دن ہُوا اور ظہر کا وقت آیا مرید مذکور نے آکر طواف کیا، پھر کعبے سے ہٹ کر لیٹا تو رُوح نہ تھی۔ میں نے قبر میں اتارا۔ آنکھیں کھول دیں۔ میں نے کہا: کیا موت کے بعد زندگی؟ کہا: اَنَا حَیٌّ وَکُلُّ مُحِبِّ اللّٰہِ حَیٌّ[3] (میں زندہ ہُوں اور اللہ تعالیٰ کا ہر دوست زندہ ہے)۔

## نامناسب افعال کرنے سے امواتِ مسلمین کو ایذا ہوتی ہے

اور بعض عامۂ مومنین اور بقیہ اموات کے ابدان گو سلامت نہ رہتے ہوں تاہم ان کی قبور پر بیٹھنے بلکہ ان پر تکیہ لگانے اور قبرستان میں جُوتوں کی آواز کرنے سے ان کو ایذا ہوتی ہے۔ احادیثِ صحیحہ سے یہ امر ثابت بلاریب ہے۔ حاکم و طبرانی عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا، فرمایا:

یاصاحب القبر، انزل من علی القبر لا تؤذی صاحب القبر ولا یؤذیک[4]

او قبر والے! قبر سے اُتر آ، نہ تُو صاحبِ قبر کو ایذا دے نہ وُہ تجھے۔

سعید بن منصور اپنی سُنن میں راوی: کسی نے حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پُوچھا، فرمایا:

کما اکرہ اذی المؤمن فی حیاتہ فانی | مجھ کو جس طرح مسلمان زندہ کی ایذا ناپسند ہے

---

[1] و [2] و [3] شرح الصدور باب زیارۃ القبور وعلم الموتیٰ خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۶
[4] شرح الصدور بحوالہ الطبرانی والحاکم باب تأذیہ بسائر وجوہ الاذی " " " ۱۲۶

اکرہ اذاہ بعد موتہ[۱] یُوں ہی مُردہ کی۔

امام احمد علیہ الرحمۃ بسندِ حسن انھیں حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا، فرمایا: لا تؤذ صاحب ھذا القبر (اس قبر والے کو ایذا نہ دے) یا فرمایا: لا تؤذہ[۲] (اسے تکلیف نہ پہنچا)

اس ایذا کا تجربہ بھی تابعینِ عظام اور دوسرے علماءِ کرام نے جو صاحبِ بصیرت تھے کرلیا ہے۔

ابن ابی الدنیا ابو قلابہ بصری سے راوی: میں ملک شام سے بصرہ کو جاتا تھا، رات کو خندق میں اُترا، وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی، پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سوگیا، جب جاگا تو صاحبِ قبر کو دیکھا کہ مجھ سے گلہ کرتا ہے اور کہتا ہے: لقد اذیتنی منذ اللیلۃ[۳] (اے شخص! تُو نے مجھ کو رات بھر ایذا دی)۔

امام بیہقی دلائل النبوۃ میں اور ابن ابی الدنیا حضرت ابو عثمان نہدی سے، وُہ ابن میناتابعی سے راوی: میں مقبرے میں گیا، دو رکعت پڑھ کر لیٹ گیا، خدا کی قسم میں خوب جاگ رہا تھا کہ سُنا کوئی شخص قبر میں سے کہتا ہے: قم فقد اذیتنی[۴] (اُٹھ کہ تُو نے مجھ کو اذیت دی)۔

حافظ ابن مندہ امام قاسم بن مخیمرہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے راوی "اگر میں تپائی بھال پر پاؤں رکھوں کہ میرے قدم سے پار ہوجائے تو یہ مجھ کو زیادہ پسند ہے اس سے کہ قبر پر پاؤں رکھوں"۔ پھر فرمایا: ایک شخص نے قبر پر پاؤں رکھا، جاگتے میں سُنا: الیک عنی یا رجل لا تؤذینی[۵] (اے شخص! الگ ہٹ مجھے ایذا نہ دے)۔



اور علامہ شرنبلالی مراقی الفلاح میں لکھتے ہیں:

| | |
|---|---|
| اخبرنی شیخی العلامۃ محمد بن احمد الحموی الحنفی رحمہ اللہ تعالٰی بانھم یتأذون بخفق النعال[۶] | مجھ کو میرے استاذ علامہ محمد ابن احمد حنفی رحمہ اللہ تعالٰی نے خبر دی کہ جُوتے کی پہچل سے مُردے کو ایذا ہوتی ہے۔ |

---

[۱] شرح الصدور بحوالہ سعید بن منصور باب تأذیہ بسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶

[۲] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ احمد عن عمرو بن حزم باب دفن المیت مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۴۹

[۳] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی الدنیا عن ابی قلابۃ باب نفع المیت فی قبرہ خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۸

[۴] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماجاء فی الرجل سمع صاحب القبر دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/۴۰

[۵] شرح الصدور بحوالہ ابن مندہ عن القاسم فصل تأذیہ بسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶

[۶] مراقی الفلاح علی ھامش حاشیۃ الطحطاوی فصل فی زیارۃ القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۲

اسی واسطے ہمارے فقہائے کرام احناف علیہم الرحمۃ فرماتے ہیں کہ :

"قبر پر رہنے کو مکان بنانا ، یا قبر پر بیٹھنا ، یا سونا ، یا اس پر یا اس کے نزدیک بول و براز کرنا یہ سب امور اشد مکروہ قریب بحرام ہیں"

فتاوٰی عالمگیری میں ہے :

| | |
|---|---|
| ویکرہ ان یبنی علی القبر او یقعد او ینام علیہ او یطاء علیہ او یقضی حاجۃ الانسان من بول او غائط[1] الخ | قبر پر عمارت بنانا ، بیٹھنا ، سونا ، روندنا ، بول و براز کرنا مکروہ ہے ۔ |

علامہ شامی اس کی دلیل میں حاشیۂ درمختار میں فرماتے ہیں :

| | |
|---|---|
| لان المیت یتأذی بما یتاذی بہ الحی[2] | یعنی اس لیے کہ جس سے زندوں کو اذیت ہوتی ہے اس سے مُردے بھی ایذا پاتے ہیں۔ |

بلکہ دیلمی نے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اس کُلیے کی تصریح روایت کی کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

| | |
|---|---|
| المیت یؤذیہ فی قبرہ ما یؤذیہ فی بیتہ[3] | میت کو جس بات سے گھر میں ایذا ہوتی ہے قبر میں بھی اس سے ایذا پاتا ہے ۔ |

ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی :

| | |
|---|---|
| اذی المومن فی موتہ کاذاہ فی حیوتہ[4] | مسلمان کو بعد موت ویسی ایسی ہی ہے جیسے زندگی میں اسے تکلیف پہنچانی۔ |

اور اظہر من الشمس ہے کہ قبور کو کھود کر اُن پر رہنے کو مکان بنایا تو اس میں یہ سب امور موجود ہیں ، جس سے یقیناً اہلِ قبور کی توہین ہوتی ہے اور ان کو ایذا دینا ہے ، جو ہرگز ہمارے حنفی مذہب میں جائز نہیں ہے ۔ اگر کوئی معترض کہے کہ شرح کنز میں علامہ زیلعی لکھتے ہیں :

---

| | | | |
|---|---|---|---|
| [1] فتاوٰی ہندیہ | الفصل السادس فی القبر والدفن | نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/۱۶۶ |
| [2] ردالمحتار | فصل الاستنجاء | ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر | ۱/۲۲۹ |
| [3] الفردوس بماثور الخطاب | حدیث ۷۵۰ | دار الکتب العلمیۃ بیروت | ۱/۱۹۹ |
| [4] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی شیبہ | باب تاذیہ لبسائر وجوہ الاذی | خلافت اکیڈمی سوات | ص ۱۲۶ |

ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ[1]

اگر میت پرانی ہوجائے اور مٹی میں مل جائے تو دوسرے کو اس قبر میں دفن کرنا، کھیتی باڑی کرنا اور اس پر عمارت بنانا جائز ہے۔

تو جواب اس کا اوّلاً یہ ہے کہ یہ قول علامہ زیلعی کا احادیثِ مذکورہ اور روایاتِ مسطورہ کے معارض ہے لہذا قابلِ قبول نہیں ہے۔ اور ثانیاً یہ کہ علامہ شرنبلالی نے امداد الفتاح میں علامہ زیلعی کے اس قول کو رَد کر دیا ہے دوسری روایت معارضہ سے، پس قابلِ تعمیل نہیں۔

قال فی الامداد ویخالفہ ما فی التاتارخانیۃ اذا صار المیت ترابا فی القبر یکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمۃ باقیۃ[2] الخ۔

امداد الفتاح میں فرمایا اور تاتارخانیہ میں اس کے برعکس ہے، یعنی جب قبر میں میت گل کر مٹی بھی ہوجائے تب بھی اس کی قبر میں غیر کو دفن کرنا مکروہ ہے کہ اس کی تعظیم وحُرمت کے خلاف ہے کہ اس میت کی تعظیم وحرمت اب بھی باقی ہے۔ الخ

اور مؤیّد ہے اس کی وُہ جو علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ نے حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں لکھا ہے:

معناہ ان الارواح تعلم بترک اقامۃ الحرمۃ وبالاستہانۃ فتأذی بذلک[3]

یعنی قبر پر تکیہ لگانے سے جو اہلِ قبور کو ایذا ہوتی ہے اس کے یہ معنٰی ہیں کہ رُوحیں جان لیتی ہیں کہ اس نے ہماری تعظیم میں قصور کیا، لہذا ایذا پاتی ہیں۔

اور شیخ الہند علیہ الرحمۃ شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں:

شاید کہ مراد آنست کہ رُوحِ وے ناخوش میدارد و راضی نیست بتکیہ کردن بر قبر وے از جہت تضمن وے اہانت واستخفاف را بوے[4]

اس سے مراد غالباً یہ ہے کہ اس کی روح قبر پر تکیہ لگانے سے ناخوش ہوتی ہے کیونکہ اس میں اس کی توہین ہے۔

جب قبر پر تکیہ لگانے سے اہلِ قبور کی اہانت اور ان کی توہین اور ان کی ترکِ تعظیم ہوتی ہے، تو اس پر کھیتی کرنے سے اور اس پر مکان بنانے سے تو بطریقِ اولیٰ ان کی توہین ہوگی، اور ثالثاً یہ کہ ہم میاں معترض

---

[1] تبیین الحقائق فصل السلطان احق بصلوٰتہ مطبعۃ کبرٰی امیریۃ مصر ۱/۲۴۶

[2] رد المحتار بحوالہ الامداد باب صلوٰۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۹۹

[3] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ النصف الثامن الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۵۰۵

[4] اشعۃ اللمعات باب الدفن فصل الثالث " " " سکھر ۱/۶۹۹

نجدی شعار سے پوچھتے ہیں کہ تجھ کو کیسے معلوم ہوا کہ میّت بالکل مٹی ہوگئی ہے اور اس کی ہڈی بھی باقی نہیں رہی ہے۔ اس واسطے کہ قبر ابھی تک کھودی نہیں گئی ہے اور نہ میّت کے مٹی ہونے کا قرآن اور حدیث میں کوئی وقت مقرر ہوا ہے کہ اتنی مدت کے بعد میّت کی ہڈیاں بھی مٹی ہوجاتی ہیں، بلکہ تجربے سے بارہا مشاہدہ ہوا ہے کہ کسی بہت پرانی بستی کے اطراف میں کوئی جگہ کھودی جائے تو اس میں قبور نکلیں جن میں ہڈیاں (بلکہ بعض کے ابدان) اب تک باقی صحیح وسلامت تھیں، کتنوں سے تین تین چار چار صدیوں کی قبور معلوم ہوتی تھیں تو بلا دلیل بلا ضرورت شرعی کے کسی ممنوع امر کا کسی مبہم روایت کی بنا پر مرتکب ہونا ہرگز جائز نہیں ہے۔ اگر معترض پھر عود کرے اور کہے کہ بمبئی وغیرہ عظیم شہروں میں قبور کھود کر ان میں دوسرے اموات دفن کئے جاتے ہیں، تو اگر قبور کھودنے سے اموات کی توہین ہوتی ہے تو ان شہروں میں یہ کام کیوں ہوتا ہے، تو جواب اس کا یہ ہے کہ ان شہروں میں جگہ بہت تنگ ہے، قبرستانوں میں اتنی وسعت نہیں ہے کہ میّت کے لیے الگ الگ قبر ہو، لہذا اس ضرورتِ شدیدہ سے یہ جائز ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات (بوقتِ ضرورت منع کردہ چیزیں بھی جائز ہوجاتی ہیں۔ ت) قاعدۂ متفقہ ہے۔ کبیری شرح منیہ میں ہے:

ولا یحفر قبر لدفن اخر مالم یبل الاول فلم یبق له عظم الا عند الضرورة بان لم یوجد مکان سواه[1] الخ۔

دوسرے مُردہ کو دفن کرنے کے لیے قبر نہ کھودی جائے جب تک پہلا مُردہ بوسیدہ نہ ہوجائے یہاں تک کہ اس کی ہڈیاں باقی نہ رہیں مگر بوقتِ ضرورت قبر کھودنا جائز ہے جبکہ اس کے بغیر کوئی دوسری جگہ میسّر نہ ہو الخ (ت)

بالجملہ صورتِ مسئولہ میں قبور کو کھود کر ان پر مکانات بنانا ہمارے حنفی مذہب میں جائز نہیں اور بلا شبہہ وشک ایسا کرنے سے اہلِ قبور کی توہین ہوگی جو جائز نہیں ہے۔

ھذا ما عندی والعلم الاتم عند ربی قاله بفمه وامر برقمه العبد الفقیر محمد عمر الدین السنی الحنفی القادری الھزاروی عفا الله تعالٰی عنه۔

یہ میری تحقیق ہے اور علم کامل میرے رب کے پاس ہے، یہ فتوٰی بزبانِ خود کہا ہے اور اس کے لکھنے کا حکم دیا ہے بندۂ فقیر محمد عمر دین سنّی حنفی قادری ہزاروی نے (عفا اللہ تعالٰے عنہ)۔ (ت)

---

جو کچھ مجیب لبیب نے لکھا ہے حق اور صواب ہے۔ چنانچہ خزانۃ الروایۃ میں ہے:

فی مفید المستفید عن مفاتیح المسائل

مفاتیح المسائل سے مفید المستفید میں ہے جب قبر

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجنائز سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۰۷

واذا صار المیت ترابا فی القبر یکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمۃ باقیۃ[1] انتھی۔

میں میّت گل کر مٹی بھی ہوجائے تب بھی اس کی قبر میں غیر کو دفن کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس میّت کی تعظیم و حُرمت اب بھی باقی ہے انتہی (ت)

اور یہ بھی خزانۃ الروایۃ میں ہے:

لایجوز لاحد ان یبنی فوق القبور بیتا اومسجدا لان موضع القبر حق المقبور ولھذا لایجوز نبشہ[2] انتھی مختصرا۔

قبروں پر کسی کو گھر یا مسجد بنانا جائز نہیں کیونکہ قبر والی جگہ صاحبِ قبر کا حق ہے، اسی وجہ سے قبر کو کھودنا جائز نہیں ہے اھ مختصراً۔ (ت)

نمقہ الراجی الی رحمۃ ربہ الشکور عبدالغفور صانہ اللہ عن الآفات و الشرور۔

اسے لکھا ہے اپنے رب شکور کی رحمت کے امیدوار عبدالغفور نے، اللہ تعالٰی اسے آفات اور برائیوں سے بچائے۔ (ت)

---

للہ در المجیب حیث اجاب فاجاد واصاب فیما افاد حررہ المسکین محمد بشیرالدین عفی عنہ۔

اللہ تعالٰی مجیب کو جزائے خیر دے کہ انھوں نے عمدہ جواب دیا اور صحیح افادہ فرمایا، اسے لکھا ہے مسکین محمد بشیرالدین عفی عنہ نے۔ (ت)



---

اس فتوے کو دیکھا، فتوٰی صحیح ہے، جواب درست ہے۔

حررہ محمد عبدالرشید دہلوی عفی عنہ

---

الجواب صحیح (جواب صحیح ہے۔ ت)

محمد افضل المجید عفی عنہ

---

[1] ردالمحتار بحوالہ الامداد ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۹۹

[2] خزانۃ الروایۃ

الجواب صحیح وصواب (جواب صحیح اور درست ہے۔ت)
حررہ العبد المفتقر مطیع الرسول عبدالمقتدر القادری
البدایونی عفی عنہ۔

| ۱۳۱۷ |
| --- |
| الرسول قادری |
| حنفی |
| محمد عبدالمقتدر مطیع |

---

ذلک کذلک (یہ جواب بے مثال ہے۔ت) محمد فضل احمد البدایونی عفی عنہ

---

المجیب مصیب (جواب درست ہے۔ت)

| ۱۳۱۸ |
| --- |
| قادری |
| محمد ابراھیم |

---

اصاب من اجاب واللہ اعلم بالصواب (جواب درست دیا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ت)
محمد حافظ بخش المدرس بالمدرسۃ المحمدیہ بلدہ بدایوں

| بخش حنفی |
| --- |
| محمد حافظ |

---

صح الجواب (جواب صحیح ہے۔ت)
حررہ عبدالرسول محب احمد عفی عنہ المدرس بالمدرسۃ الشمسیۃ الکائنۃ بجامع بدایوں

| محب احمد قادری |
| --- |
| عبدالرسول |

---

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



الحمد للہ الذی جعل الارض کفاتاo احیاءً و امواتاo و جعل موتھم راحۃً و سباتاo وحرم اھانتھم تحریمًا بتاتًاo والصلوٰۃ والسلام علی من سقانا من فضلہ و فضلتہ ماءً فراتاo واعطانا فی کل محجۃ ابلج حجۃ نقضا و اثباتاo واید تعظیم المؤمنین ابد الابدین ولم یوقت لہ میقاتاo فجعلھم عظاماً وان صاروا عظاماًo وحرم ایذاءھم ولو کانوا رفاتاo وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ و

تمام تعریفیں اس اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جس نے زمین کو جمع کرنیوالی بنایا، زندہ اور مُردہ مومنوں کو عزت بخشی اور ان کی موت کو سکون وآرام بنایا اور ان کی توہین کو قطعی طور حرام کیا، درود وسلام ہو اس ذات پر جس نے اپنے احسان اور بقیہ سے ہمیں خوب میٹھا پانی پلایا، اور ہر میدان میں ہمیں نفی و اثبات کے لیے بھاری حجۃ عطا فرمائی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مومنوں کو عزت بخشی اور اس کے لیے کوئی وقت مقرر نہ فرمایا اور مومنوں کو عظمت والا بنایا اگرچہ وہ ہڈیاں ہوجائیں، اور ان کو ایذا دینا حرام کیا اگرچہ وہ ریزہ ریزہ ہوجائیں، اور آپ کے

اھلہ وحزبہ المکرمین عند اللہ جمیعا و اشتاتا۔ جزی اللہ المجیب خیرا ویثیب۔

آل، اصحاب، اہل اور آپ کے گروہ پر جو عند اللہ مکرم ہیں اجتماعی و متفرق طور پر، اللہ مجیب کو جزائے خیر اور ثواب عطا فرمائے۔ (ت)

جامع الفضائل، قامع الرذائل، ماحی الفتن، حامی السنن، مولٰنا مولوی محمد عمر الدین جعلہ اللہ کاسمہٖ عمر الدین ولسعیہ ورعیہ عمر الدین کا جواب ناہج مناہج صواب کافی ووافی ہے، مگر بحکم المامور معذور بنظر تکثیر افاضہ دو وصل مفید کا اضافہ منظور۔ وصلِ اوّل اس بیانِ مجیب کی تائید وتصویب میں کہ قبورِ مسلمین کی تعظیم ضرور اور اہانت محظور، اور یہ کہ کیا کیا امور موجب ایذائے اصحابِ قبور۔ یہاں اگر سلسلۂ سخن میں بعض امور مذکورہ جواب کا اعادہ ہو تو غیر محذور کہ تکرار فرع موجب مزید تاکید واوقع فی الصدور ع

والمسک ماکررتہ یتضوع

وصل دوم میں احقاقِ مرام وازہاقِ اوہام وتبکیت مخطیان نجاریہ لیام، اور اس امر کا بیان کامل و تام کہ مقابر عام مسلمین میں کوئی وقفی مکان بنانا بھی حرام نہ کہ اپنی سکونت وآرام کا مقام، نیز روایت علامہ زیلعی کی تحقیقِ انیق۔ اس وصل میں دو فتوے فقیر کی نقل پر قناعت ہے کہ ان میں بحمد اللہ تعالٰی کفایت ہے، و باللہ التوفیق۔

## وصل اوّل



عُلمائے کرام کا اتفاق ہے کہ مسلمان کی عزّت مُردہ وزندہ برابر ہے۔ محقق علی الاطلاق رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

الاتفاق علی ان حُرمۃ المسلم میتا کحرمتہ حیا[1]

اس بات پر اتفاق ہے کہ مردہ مسلمان کی عزت وحرمت زندہ مسلمان کی طرح ہے۔ (ت)

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

کسر عظم المیت واذاہ ککسرہ حیا[2] رواہ الامام احمد وابوداؤد وابن ماجۃ

مُردے کی ہڈی کو توڑنا اور اسے ایذا پہنچانا ایسا ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈی کو توڑنا۔ اسے امام احمد و

---

[1] فتح القدیر فصل فی الدفن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۰۲

[2] سنن ابی داؤد کتاب الجنائز آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۰۲

باسناد حسن عن اُمّ المؤمنین عائشۃ الصدّیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

وابوداؤد وابن ماجہ نے بسندِ حسن ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔

یہ حدیث مسند الفردوس میں ان لفظوں سے ہے : سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں :

المیت یؤذیہ فی قبرہٖ مایؤذیہ فی بیتہٖ۔[1]

مُردے کو قبر میں بھی اس بات سے ایذا ہوتی ہے جس سے گھر میں اسے اذیت ہوتی۔

علامہ مناوی شرح میں فرماتے ہیں :

افادان حرمۃ المؤمن بعد موتہٖ باقیۃ۔[2]

اس حدیث شریف سے معلوم ہُوا کہ مسلمان کی حُرمت بعدِ موت کے بھی ویسے ہی باقی ہے۔

سیّدنا حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

اذی المؤمن فی موتہٖ کاذاہ فی حیاتہٖ۔[3]

مسلمان مُردہ کو ایذا دینا ایسا ہے جیسے زندہ کو۔

رواہ ابی بکر بن ابی شیبۃ۔

اسے ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا۔

علماء فرماتے ہیں :

المیت یتاذی بمایتاذی بہ الحی۔[4] کذافی ردالمحتار وغیرہ من معتمدات الاسفار۔

جس بات سے زندوں کو ایذا پہنچتی ہے مُردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں۔ جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ معتمد کتب میں مذکور ہے۔ (ت)

علامہ شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اشعۃ اللمعات میں امام علامہ ابوعمر یوسف بن عبدالبر سے نقل فرماتے ہیں :

ازیں جا مستفاد میگردد کہ میت متألم میگردد بجمیع آنچہ متألم میگردد بداں حی ولازم اینست کہ متلذذ گردد بتمام آنچہ متلذذ میشود بداں زندہ۔ انتہی۔[5]

اس جگہ یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جن چیزوں سے زندہ کو درد پہنچتا ہے ان تمام سے مردہ کو بھی الم پہنچتا ہے، اور یہ لازم ہے کہ جن چیزوں سے زندہ کو لذت حاصل ہو ان سب سے میت کو بھی لذت حاصل ہوتی ہے انتہی۔ (ت)

---

[1] الفردوس بمأثور الخطاب حدیث ۷۵۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۹۹

[2] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر حدیث ۹۲۳۱ دارالمعرفۃ بیروت ۴/۵۵۱

[3] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی شیبہ فصل تأذیہ بسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶

[4] ردالمحتار فصل الاستنجاء ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۲۲۹

[5] اشعۃ اللمعات باب دفن المیت فصل ثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۹۶

یہاں تک ہمارے علماء نے تصریح فرمائی، قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اس میں آدمیوں کو چلنا حرام ہے،

فی الشامیۃ عن الطحطاویۃ آخر کتاب الطہارۃ نصوا علٰی ان المرور فی سکۃ حادثۃ فیہا حرام[1]۔

آخر کتاب الطہارۃ شامی میں طحطاوی سے ہے علمائے اس بات کی تصریح کی ہے کہ قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اس پر چلنا حرام ہے۔

اور فرماتے ہیں:

"مقبرے کی گھاس (سبز) کاٹنا مکروہ ہے کہ جب تک وہ (گھاس سبز) تر رہتی ہے اللہ تعالٰی کی تسبیح کرتی ہے۔ اس (سبز گھاس) سے اموات کا دل بہلتا ہے اور ان پر رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے، ہاں خشک گھاس کاٹ لینا جائز ہے مگر وہاں سے تراش کر جانوروں کے پاس لے جائیں، اور یہ ممنوع ہے کہ انھیں گورستان میں چرنے چھوڑ دیں۔"

فی جنائز رد المحتار یکرہ ایضا قطع النبات الرطب والحشیش من المقبرۃ دون الیابس[2] کما فی البحر والدرر وشرح المنیۃ وعللہ فی الامداد بانہ مادام رطبا یسبح اللہ تعالٰی فیونس المیت وتنزل بذکرہ الرحمۃ ونحوہ فی الخانیۃ انتہی[3]، وفی العلمگیریۃ عن البحر الرائق لوکان فیہا حشیش یحش ویرسل الی الدواب ولاترسل الدواب فیہا[4] اھ۔

ردالمحتار کے جنائز میں ہے کہ تر گھاس کا مقبرے سے کاٹنا مکروہ ہے خشک کا نہیں، جیسا کہ بحر، درر اور شرح منیہ میں ہے، اور امداد میں اس کی یہ وجہ بتائی گئی ہے کہ جب تک وہ تر رہتی ہے اللہ کی تسبیح کرتی رہتی ہے جس سے میت کو انس حاصل ہوتا ہے اور اس کے ذکر کی وجہ سے رحمت نازل ہوتی ہے، اور خانیہ میں بھی اسی طرح ہے انتہٰی، اور علمگیریہ میں بحر الرائق سے ہے کہ اگر قبرستان میں خشک گھاس ہو تو کاٹ کر لائی جاسکتی ہے مگر جانور اس میں نہ چھوڑے جائیں اھ۔



نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک شخص کو مقابر میں جُوتا پہنے چلتے دیکھا، ارشاد فرمایا:

"ہائے کم بختی تیری اے طائفی جُوتے والے! پھینک اپنی جُوتی۔"

---

[1] ردالمحتار فصل الاستنجاء ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۲۲۹

[2] و [3] ردالمحتار باب صلٰوۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۶۰۶

[4] فتاوٰی ہندیۃ الباب الثانی عشر فی الرباطات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۷۱

اخرج الائمة ابو داؤد والنسائی والطحاوی وغیرهم عن بشیر بن الخصاصیة واللفظ للامام الحنفی ان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم رأی رجلاً یمشی بین القبور فی نعلین، فقال ویحك یاصاحب السبتیتین الق سبتیتیك[1] اھ۔ السبتة بکسر المهملة وسکون الموحدة هی التی لاشعر فیها۔ قال القاضی عیاض کان من عادة العرب لبس النعال بشعرها غیر مدبوغة وکانت المدبوغة تعمل بالطائف وغیره[2] الخ۔

ابوداؤد، نسائی اور طحاوی وغیرہم نے بشیر بن خصاصیہ سے روایت کی اور لفظ امام حنفی کے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک شخص کو قبروں کے درمیان جُوتیاں پہن کر چلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: خرابی ہو تیری اے جُوتیوں والے اپنی جُوتیاں اتار دے۔ سبتہ مہملہ کے کسرہ اور سکون بائے سے مراد وہ چمڑا ہے جس میں بال نہ ہوں۔ قاضی عیاض نے فرمایا: عرب والے کچے چمڑے کے مع بالوں کے جُوتے پہنا کرتے تھے اور پکائے ہوئے چمڑے کے جُوتے طائف وغیرہ میں بنائے جاتے تھے الخ۔

فاضل محقق حسن شرنبلالی اور ان کے استاذ علامہ محمد بن احمد حموی فرماتے ہیں: "چلنے میں جو آوازِ کفشِ پا سے پیدا ہوتی ہے اموات کو رنج دیتی ہے۔"

حیث قال فی مراقی الفلاح اخبرنی شیخی العلامة محمد بن احمد الحموی الحنفی رحمه الله تعالٰی بانهم یتأذون بخفق النعال انتهی[3] اھ۔ **اقول** وجهه ماسیأتی عن العارف الترمذی رحمه الله تعالٰی۔

اس لیے کہ مراقی الفلاح میں کہا کہ مجھے خبر دی میرے شیخ علامہ محمد بن احمد حموی حنفی رحمہ اللہ تعالٰی نے کہ مُردے جُوتیوں کی پہچل سے تکلیف محسوس کرتے ہیں اھ۔ میں کہتا ہوں اس کی دلیل عنقریب عارف ترمذی سے منقول ہو کر آئے گی۔



نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لان یجلس احدکم علی جمرة فتحرق ثیابه حتی تخلص الی جلده خیر له من ان یجلس علی قبر[4]۔ رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی

بیشک آدمی کو آگ کی چنگاری پر بیٹھا رہنا یہاں تک کہ وہ اس کے کپڑے جلا کر جلد تک توڑ جائے، اس کے لیے بہتر ہے اس سے کہ قبر پر بیٹھے۔ اسے مسلم وابوداؤد و

---

[1] شرح معانی الآثار باب المشی بین القبور بالنعال ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۴۲
[2] تاریخ سبتة للقاضی عیاض
[3] مراقی الفلاح علی هامش حاشیة الطحطاوی فصل فی زیارة القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۲
[4] سنن ابی داؤد کتاب الجنائز آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۰۴

وابن ماجة عن سیدنا ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

نسائی وابن ماجہ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں، مجھے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا، ارشاد فرمایا: او قبر پر بیٹھنے والے! قبر سے اُتر آ، صاحبِ قبر کو ایذا نہ دے، نہ وہ تجھے ایذا دے۔"

اخرج الطحاوی فی معانی الآثار والطبرانی فی المعجم الکبیر بسند حسن والحاکم وابن مندۃ عن عمارۃ بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ، قال رأنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جالسا علی قبر فقال یا صاحب القبر انزل من علی القبر لا تؤذی صاحب القبر ولا یؤذیک[1] ولفظ امام الحنفی فلا یؤذیک[2]۔

طحاوی نے معانی الآثار میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں بسندِ حسن اور حاکم اور ابن مندہ نے عمارہ بن حزم سے روایت کی کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا تو فرمایا: اے قبر پر بیٹھنے والے قبر سے اُتر اور قبر والے کو تکلیف نہ دے اور وہ تجھے تکلیف نہ دے۔ اور امام حنفی کے لفظ یہ ہیں فلا یؤذیک (پس وُہ تجھے تکلیف نہ دے۔ت)

اور امام احمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنی مسند میں یُوں روایت کیا، عمرو بن حزم کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا، فرمایا:

لا تؤذ صاحب القبر[3] کما فی المشکوٰۃ **قلت** وھذا الحدیث لایلائمہ تاویل الامام ابی جعفر والنھی عن شیئ لاینافی النھی عن اعم منہ فافھم۔

صاحبِ قبر کو ایذا نہ دے، جیسے مشکوٰۃ میں ہے۔ میں کہتا ہوں اس حدیث سے امام ابوجعفر کی تاویل مناسبت نہیں رکھتی ہے اور کسی چیز سے روکنا اس چیز سے عام کے روکنے کو مستلزم نہیں، تو غور کیجئے۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ شرح میں فرماتے ہیں:

شاید کہ مراد آنست کہ روحِ وے ناخوش می دارد وراضی نیست بہ تکیہ کردن بر قبر وے جہت تضمن وے اہانت واستخفاف را بوے[4] اھ۔

شاید مراد یہ ہے کہ اس کی رُوح ناراض ہوتی ہے اپنی قبر پر تکیہ لگانے کی وجہ سے اہانت محسوس کرتی ہے۔اھ

---

[1] شرح الصدور بحوالہ الطبرانی والحاکم وابن مندۃ باب تاذیہ بسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۹

[2] شرح معانی الآثار باب الجلوس علی القبور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۴۶

[3] مشکوٰۃ المصابیح باب دفن المیت فصل ثالث مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۹

[4] اشعۃ اللمعات باب دفن المیت نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۹۹

**اقول** اس توجیہ پر امام علامہ محدث عارف باللہ حکیم الامۃ سیدی محمد بن علی ترمذی قدس سرہٗ نے جزم فرمایا۔ تصریح فرماتے ہیں کہ:

"ارواح کو ان کی بے حرمتی و تنقیصِ شان معلوم ہوجاتی ہے لہٰذا ایذا پاتی ہیں۔"

قال سیدی عبد الغنی فی الحدیقۃ عن نوادر الاصول معناہ ان الارواح تعلم بالترک اقامۃ الحرمۃ وبالاستہانۃ فتتأذی بذلک[1] اھ۔

سیدی عبد الغنی نے حدیقہ میں نوادر سے نقل کرتے ہوئے فرمایا: اس کے یہ معنی ہیں کہ ارواح اپنی اہانت و ذلت کو محسوس کرتی ہیں اور اس سے انھیں ایذا ہوتی ہے اھ

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لان امشی علی جمرۃ اوسیف او اخصف نعلی برجلی احب الی من ان امشی علی قبر[2] رواہ ابن ماجۃ عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ واسنادہ جید کما افاد المنذری۔

البتہ چنگاری یا تلوار پر چلنا یا جُوتا پاؤں سے گانٹھنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی قبر پر چلوں۔ اسے ابن ماجہ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اس کی سند عمدہ ہے جیسا کہ منذری نے افادہ کیا۔ (ت)

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

لان اطاء علی جمرۃ احب الی من ان اطاء علی قبر مسلم۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر باسناد حسن[3] قالہ امام عبد العظیم۔

بے شک مجھے آگ پر پاؤں رکھنا زیادہ پیارا ہے مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھنے سے۔ اسے طبرانی نے معجم کبیر میں بسندِ حسن روایت کیا۔ جیسا کہ امام عبد العظیم نے کہا ہے۔ (ت)

ان ہی صحابی اجل کسی نے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا، فرمایا:

کما اکرہ اذی المؤمن فی حیاتہ فانی اکرہ اذاہ بعد موتہ[4]۔ اخرجہ سعید بن منصور

میں جس طرح مسلمان کی ایذا اس کی زندگی میں مکروہ جانتا ہوں یونہی بعد موت اس کی ایذا کو ناپسند

---

[1] حدیقہ ندیہ الصنف الثامن من الاصناف القسمۃ فی آفات الرجل مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۰۵

[2] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی النہی عن المشی علی القبور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۳

[3] الترغیب والترہیب الترھیب من الجلوس علی القبر الخ مصطفی البابی مصر ۴/ ۳۷۲

[4] شرح الصدور باب تأذیہ بسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۱۲۶

فی سننہ کما فی شرح الصدور۔

کرتا ہوں۔ اسے سعید بن منصور نے اپنی سنن میں بیان کیا جیسا کہ شرح الصدور میں ہے۔

**اقول** وھذہ الاحادیث تؤید ما اخترنا وتؤذن ان تاویل ابی جعفر رحمہ اللہ تعالٰی لیس فی محلہ فبما فی عامۃ الکتب نأخذ لاعتضادھا بنصوص الاحادیث، ولانہ علیہ الاکثر وقد نصوا ان العمل بما علیہ الاکثر، وانہ لایعدل عن روایۃ ما وافقتھا درایۃ فکیف اذا کان ھو الاشھر الاظھر الاکثر الانص وبھذا یضعف ما زعم العلامۃ البدر فی العمدۃ فتبصر۔

میں کہتا ہوں ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو بات ہم نے اختیار کی ہے وہ درست ہے، اور ابو جعفر رحمہ اللہ تعالٰی کی تاویل برمحل نہیں۔ لہٰذا ہم وہ مسلک اختیار کرتے ہیں جو عام کتب میں ہے، کیونکہ اسے احادیث کی صراحت سے تقویت حاصل ہے، اور اس لیے بھی اکثر کا یہی قول ہے کیونکہ علماء نے صراحت کردی ہے کہ عمل اس پر ہوگا جس پر اکثریت ہوگی اور یہ کہ اس روایت سے عدول نہیں کیا جاتا ہے جو درایت کے مطابق ہو، تو پھر اس سے عدول کا جواز کیا ہوگا جو اشہر، اظہر، اکثر اور واضح ہے، اور اسی سے علامہ بدر کا زعم عمدہ میں ضعیف قرار پاتا ہے، تو غور کیجئے۔

ان ہی احادیث سے ہمارے علماء رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم نے بے ضرورت[عہ] قبر پر چلنے اور اس پر بیٹھنے اور پاؤں رکھنے سے منع فرمایا کہ یہ سب حرمتِ مومن کے خلاف ترکِ ادب وگستاخی ہے،

ففی النوادر والتحفۃ والبدائع والمحیط وغیرھا

تو نوادر، تحفہ، بدائع اور محیط وغیرہ میں ہے کہ

---

عہ قولہ بے ضرورت، ضرورت کی صورت مثلاً قبرستان میں میت کے لیے قبر کھودنے یا دفن کرنے جانا چاہتے ہیں بیچ میں قبریں حائل ہیں اس حاجت کیلئے اجازت ہے پھر بھی جہاں تک بن پڑے بچتے ہوئے جائیں اور ننگے پاؤں ہوں، ان اموات کیلئے دعا واستغفار کرتے جائیں،

فی حاشیۃ العلامۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح عن شرح المشکوۃ اوطا الحاجۃ کدفن المیت لایکرہ اھ وعن السراج فان لم یکن لہ طریق الاعلی القبر جازلہ المشی علیہ للضرورۃ[1]۔ ۱۲ منہ

علامہ طحطاوی کے حاشیہ علی مراقی الفلاح میں شرح مشکوۃ سے ہے کہ ضرورت کے پیش نظر مثلاً میت کو دفن کرنے جانا ہو تو قبروں پر سے گزرنا مکروہ نہیں اھ اور سراج سے ہے کہ اگر قبر پر ہی گزرنے کا راستہ ہو تو اس پر چلنا ضرورتاً جائز ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی زیارۃ القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۰

ان اباحنیفۃ کرہ وطء القبر والقعود او النوم او قضاء الحاجۃ علیہ[1] کذا نقل العلامۃ ابن امیر الحاج فی الحلیۃ۔

ابوحنیفہ نے قبر کا روندنا، بیٹھنا، سونا، اس پر قضائے حاجت کرنا مکروہ کہا ہے۔ اسی طرح ابن امیر الحاج نے حلیہ میں نقل کیا۔

**اقول** والکراھۃ عند الاطلاق کراھۃ تحریم کما صرحوا بہ مع ما یفیدہ من النھی الوارد فی الاحادیث معللاً بالایذاء والایذاء حرام فھذا ما ندین اللہ تعالٰی بہ وان قیل وقیل۔

میں کہتا ہوں جب کراہت مطلق ہو تو مراد کراہت تحریم ہوتی ہے جیسا کہ فقہاء نے تصریح کی ہے، پھر اس نہی سے بھی تائید ہوتی ہے جو احادیث میں ایذاء کی علت سے متعلق وارد ہے اور ایذا حرام ہے، پس دیانتداری کی بات یہی ہے اب خواہ کوئی کچھ کہتا رہے۔

حاشیہ طحطاوی علی شرح نور الایضاح میں سراج وہاج سے ہے:

ان لم یکن لہ طریق الا علی القبر جاز لہ المشی علیہ للضرورۃ[2] اھ **اقول** وھذا ایضا دلیل علی ما اخترنا من کراھۃ التحریم فان المفھوم المخالف معتبر فی الروایات وکلام العلماء بالاتفاق فافاد ان المشی لایجوز بلا ضرورۃ وما لایجوز فادناہ کراھۃ التحریم۔

اگر قبر ہی سے راستہ ہو تو اس پر چلنا ضرورتاً جائز ہے۔ اھ **اقول** (میں کہتا ہوں۔ ت) اس سے بھی ثابت کہ ہمارا قول کراہتِ تحریمی کا درست ہے، کیونکہ مفہوم مخالف روایات اور کلام علماء میں بالاتفاق معتبر ہے، تو معلوم ہوا کہ بلا ضرورت قبر پر چلنا ناجائز ہے اور جو ناجائز ہو اس کا ادنٰی درجہ مکروہ تحریمی ہے۔

سیدی عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

قال الوالد رحمہ اللہ تعالٰی فی شرحہ علی الدرر ویکرہ ان یوطأ القبر لما روی عن ابن مسعود[3] الخ وذکر اثر الذی رویناہ۔

والد صاحب نے درر کی شرح میں فرمایا کہ قبر کا روندنا مکروہ ہے جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے الخ، پھر آپ نے وہی اثر ذکر کیا جو ہم روایت کرچکے ہیں۔

---

[1] بدائع الصنائع　فصل فی سنۃ الدفن　ایچ ایم سعید کمپنی کراچی　۱/۳۲۰
تحفۃ الفقہاء　باب الدفن وحکم الشہداء　دار الکتب العلمیۃ بیروت　۲/۲۵۷

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح　فصل فی زیارۃ القبور　نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی　ص ۳۴۰

[3] حدیقہ ندیہ　الصنف الثامن من الاصناف التسعۃ فی آفات الرجل　نوریہ رضویہ فیصل آباد　۲/۵۰۴

29

اور محیط سے نقل فرمایا:

یکرہ ان یطأ علی القبر یعنی بالرجل ویقعد علیہ[1] اھ قولہ یعنی بالرجل قلت فسرّ بذلک لئلا یحمل علی الجماع۔

قبر کو پیروں سے روندنا اور اس پر بیٹھنا مکروہ ہے اھ قلت پیروں سے روندنے کی تشریح اس لیے کردی کہ جماع پر محمول نہ کیا جائے۔

**اقول** ویکرہ ایضاً بل اشد لما فیہ من زیادۃ الاستخفاف کالوطء علی سطح المسجد مع الدلالۃ علی تناھی القلب فی تناسی الموت، فکان الحمل علی الوطء بالرجل لیکون ادخل فی النھی عن الوطء بمعنی الجماع بطریق دلالۃ النص لا لانہ غیر مکروہ ھکذا ینبغی ان یفھم۔ اور جامع الفتاوٰی سے لائے: انہ والتراب الذی علیہ حق المیت فلا یجوز ان یوطأ[2]۔ اور مجتبٰی سے لائے: ان المشی علی القبور یکرہ[3]۔ اور شرعۃ الاسلام وشرح شرعہ سے: من السنۃ ان لایطأ القبور فی نعلیہ فان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یکرہ ذلک الخ[4]۔ اور امام شمس الائمہ حلوانی سے: انہ قال یکرہ[5]۔ اور امام علی ترجمانی سے: قال یأثم بوطئ القبور لان سقف القبر حق المیت[6] اھ۔

**اقول** (میں کہتا ہوں۔ت) جماع بھی مکروہ ہے بلکہ اس کی کراہت زائد ہے کیونکہ اس میں زیادہ توہین ہے جیسے مسجد کی چھت پر وطی کرنا، پھر اس میں موت کا بھول جانا بھی شامل ہے۔ لہذا پیروں سے روندنے پر محمول کرنا اس لیے ہے تاکہ جماع کی ممانعت بطریق دلالت النص دلالت کرے۔ یہ مطلب نہیں کہ وطی مکروہ نہیں، اس طرح سمجھنا چاہیے۔ اور جامع الفتاوٰی سے نقل کیا کہ یہ وُہ مٹی ہے جس پر میت کا حق ہے لہذا اس کو روندنا جائز نہیں۔ اور مجتبٰی میں ہے، قبروں پر چلنا مکروہ ہے۔ شرعۃ الاسلام اور اس کی شرح میں ہے: سنّت یہ ہے کہ جُوتوں سمیت قبریں نہ روندی جائیں کیونکہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسے مکروہ سمجھتے تھے۔ اور شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ یہ مکروہ ہے۔ اور امام علی ترجمانی سے ہے کہ قبروں کے روندنے سے گناہگار ہوگا کیونکہ قبر کی چھت میت کا حق ہے۔

**اقول** وھذا نص علی مااخترنا من کراھۃ التحریم اذ لا اثم فی المکروہ تنزیھا، لان مرجعہ الی خلاف الاولٰی، ولانہ

**اقول** (میں کہتا ہوں۔ت) یہ بھی ہمارے اختیار کردہ قول کراہت تحریمہ کی صراحت کرتا ہے کیونکہ مکروہ تنزیہی میں کوئی گناہ نہیں ہوتا وہ صرف خلافِ اولٰی ہے نیز

---

[1] و[2] و[3] حدیقہ ندیہ الصنف الثامن من الاصناف التسعۃ فی آفات الرجل نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۵۰۴

[4] و[5] و[6] " " " " " " " " " " ۲/۵۰۵

ربما تعمده النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیاناً للجواز والنبی معصوم عن تعمد الاثم ولان الموثم لایجوز فلا معنی لبیان الجواز ولانھم صرحوا انہ یجامع الاباحۃ کما فی اشربۃ رد المحتار ابی السعود ، والمعصیۃ لا تجامعھا ولانھم یعبرون عنھا بنفی الباس وای باس اعظمُ من الاثم ولان الموثم واجب الترک وما وجب ترکہ کان فعلہ مقارباً للحرام وھذا معنی کراھۃ التحریم، ولانھم نصوا ان فاعل المکروہ تنزیھاً لایعاقب اصلاً کما فی التلویح مع ما اعتقدنا ان اللہ تعالیٰ ان یعاقب علی کل جریرۃ ولو صغیرۃ فھذہ بحمد اللہ تعالیٰ سبعۃ دلائل ناطقۃ بان ماوقع عن بعض[عہ] ابناء الزمان فی رسالتہ شرب الدخان من ان المکروہ تنزیھاً من الصغائر غلط فاحش وخطاء عظیم نعم قد صرح صاحب البحر فی بحرہ ان المکروہ تحریماً منھا فتثبت ولا تخبط۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیانِ جواز کے لیے قصداً ایسا کیا اور نبی قصداً گناہ کرنے سے معصوم ہوتا ہے، اور گناہ میں مبتلا کرنے والی چیز کا ارتکاب جائز نہیں ہوتا تو بیانِ جواز کے کیا معنی؛ پھر یہ اباحت کے ساتھ مجتمع ہوتا ہے جیسا کہ اشربہ ردالمحتار میں ابی السعود سے ہے اور معصیت اباحت کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتی ہے، پھر علماء اس کی تعبیر نفی باس سے کرتے ہیں اور گناہ سے بڑھ کر کون باس عظیم ہوگا، اور اس لیے کہ گناہگار بنانے والی چیز واجب الترک ہے اور جس چیز کا ترک واجب ہو اس کا فعل حرام کے قریب ہوگا اور یہی معنی کراہت تحریم کے ہیں، اور اس لیے بھی کہ فقہاء نے تصریح کردی ہے، کہ مکروہ تنزیہی کے فاعل پر بالکل گناہ نہ ہوگا جیسا کہ تلویح میں ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ چھوٹے سے چھوٹے جرم پر سزا دے سکتا ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ یہ سات دلائل ہیں جن سے معلوم ہوا کہ بعض ابنائے زمانہ نے رسالہ شرب الدخان میں مکروہ تنزیہی کو صغائر سے بتا کر فاحش غلطی اور خطاءِ عظیم کی ہے، البتہ صاحبِ بحر نے اپنی بحر میں تصریح کی ہے کہ مکروہِ تحریمی صغائر سے ہے، پس اسے سمجھ اور دیوانہ نہ بن۔

نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں ہے:

فصل فی زیارۃ القبور ندب زیارتھا من غیر ان یطأ القبور[1]

"فصل زیارتِ قبور کے بیان میں" زیارتِ قبور مستحب ہے مگر قبریں نہ روندی جائیں۔

---

عہ ھو المولوی عبد الحی اللکنوی ۱۲

وہ مولوی عبدالحی لکھنوی ہے ۱۲ (ت)

---

[1] مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحطاوی فصل فی زیارۃ القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۰

اسی میں ہے:

کرہ وطؤھا بالاقدام لما فیہ من عدم الاحترام، وقال قاضی خان لو وجد طریقا فی المقبرۃ وھو یظن انہ طریق احدثوہ لایمشی فی ذالک وان لم یقع فی ضمیرہ لاباس بان یمشی فیہ[1] اھ ملخصا۔

قبروں کو پیروں سے روندنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں بے حرمتی ہے۔ قاضی خاں نے کہا کہ اگر کسی شخص نے قبرستان میں کوئی راستہ دیکھا جس کے بارے میں اسے گمان ہے کہ یہ لوگوں نے نیا بنالیا ہے تو وہ اس پر نہ چلے اور اگر اس کے دل میں اس قسم کا خیال پیدا نہ ہو تو چلنے میں مضائقہ نہیں اھ ملخصاً۔

**اقول** وھذا ایضا دلیل ما اخترناہ فانہ علق نفی الباس ان لا یقع فی قلبہ انہ طریق علی قبر فافاد وجود الباس فیما اذا وقع ذلک فی نفسہ وایضا قد تقدم التصریح بالحرمۃ عن الشامی والطحطاوی عن علمائنا رحمھم اللہ تعالٰی۔

**اقول** (میں کہتا ہوں۔ ت) یہ بھی ہمارے قول کی دلیل ہے کیونکہ اس میں جواز کی صورت دل میں اس خیال کا نہ آنا ہے کہ یہ راستہ قبروں پر بنایا گیا ہے، جس کا صاف مطلب یہ ہُوا کہ اگر اس کے دل میں اس قسم کا خیال پیدا ہو تو پھر مضائقہ ہوگا، نیز شامی اور طحطاوی جو ہمارے علماء ہیں رحمہم اللہ تعالٰی اُن سے منقول شدہ حرمت کی تصریح پہلے گزر چکی ہے۔



علامہ اسمٰعیل نابلسی حاشیہ درر وغرر میں فرماتے ہیں:

لاباس بزیارۃ القبور والدعاء للاموات ان کانوا مومنین[عہ] من وطئ القبور۔ کما فی البدائع والملتقط[2] اھ۔

قبروں کی زیارت اور مُردوں کے حق میں دُعا کرنے میں حرج نہیں بشرطیکہ قبریں نہ روندی جائیں، جیسا کہ بدائع اور ملتقط میں ہے۔

طریقہ محمدیہ میں ہے:

من اٰفات الرجل المشی علی المقابر[3] اھ۔

پیر کی آفتوں میں سے قبروں کا روندنا ہے۔ اھ

امام علامہ محقق علی الاطلاق ان لوگوں پر اعتراض فرماتے ہیں جن کے اعزاء واقرباء کے گرد مخلوق دفن ہے،

---

عہ: علی صیغۃ المفعول ای اٰمنین ۱۲ — مؤمنین صیغہ مفعول ہے یعنی جب وہ محفوظ رہیں ۱۲ (ت)

---

۱؎ مراقی الفلاح علی ہامش حاشیۃ الطحطاوی فصل فی زیارۃ القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۲

۲؎ الحدیقۃ الندیۃ بحوالہ شرح الدرر الصنف الثامن فی آفات الرجل مکتبہ رضویہ فیصل آباد ۲/۵۰۵

۳؎ طریقہ محمدیہ الصنف الثامن فی آفات الرجل مطبع ہندو پریس دہلی ۲/۲۵۹

وُہ ان قبروں کو روندتے ہُوئے اپنے عزیزوں کی گور تک جاتے ہیں، انھیں چاہئے کنارِ گورستان سے زیارت اور دُعا کرلیں اور ان کی قبروں کے قریب نہ جائیں۔

فقد قال فی الفتح یکرہ الجلوس علی القبر و وطؤہ فما یصنعہ الناس ممن دفنت اقاربہ ثم دفن حوالیھم خلق من وطأ تلک القبور الی ان یصل الی قبر قریبہ مکروہ[1]۔

چنانچہ فتح میں کہا: قبر پر بیٹھنا اور اس کو روندنا مکروہ ہے تو وُہ لوگ جن کے رشتہ داروں کے گرد دوسروں کی قبریں ہوں ان کا ان قبروں کو روندنا اپنے قریبی رشتہ دار کی قبر تک پہنچنے کے لیے مکروہ ہے۔

امام محدث حافظ الحدیث ابوبکر بن ابی الدنیا حضرت ابوقلابہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

اقبلت من الشام الی البصرۃ فنزلت الخندق فتطھرت وصلّیت رکعتین باللیل ثم وضعت راسی علٰی قبر فنمت۔ ثم انتبھت فاذا بصاحب القبر یشتکی ویقول لقد اٰذیتنی منذ اللیلۃ[2] الخ۔

یعنی میں ملک شام سے بصرہ کو آتا تھا۔ رات کو خندق میں اُترا، وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی، پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو رہا، جب جاگا تو ناگاہ سُنا کہ صاحبِ قبر شکایت کرتا اور فرماتا ہے کہ تُو نے رات بھر مجھے ایذا پہنچائی الخ۔

ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی دلائل النبوۃ میں حضرت عثمان نہدی سے وہ ایک تابعی سے راوی "میں مقبرے میں گیا، دو رکعت پڑھ کر لیٹ رہا، خدا کی قسم! میں خوب جاگ رہا تھا کہ سُنا، صاحبِ قبر کہتا ہے: قم فقد اٰذیتنی[3] (اُٹھ کہ تُو نے مجھے ایذا دی)"۔

امام حافظ ابن مندہ قاسم بن مخیمرہ سے راوی "کسی شخص نے ایک قبر پر پاؤں رکھا، قبر سے آواز آئی: الیک عنّی ولا تؤذنی[4] (اپنی طرف ہٹ (دُور ہو اے شخص میرے پاس سے) اور مجھے ایذا نہ دے)"۔

ذکرھما العلامۃ السیوطی فی شرح الصدور اقول وفیھما تائید لما علیہ عامۃ علمائنا خلافًا للامام ابی جعفر ومن تابعہ من

ان دونوں کو علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے شرح الصدور میں درج فرمایا **اقول** ان دونوں روایتوں میں اس کی تائید ہوتی ہے جس پر ہمارے عام علماء ہیں، بخلاف

---

[1] فتح القدیر فصل فی الدفن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۰۲
[2] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی الدنیا باب ما ینفع المیت فی قبرہ خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۱۲۸
[3] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماجاء فی الرجل الخ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۴۰
[4] شرح الصدور بحوالہ ابن مندہ عن القاسم بن مخیمرہ باب تاذیہ بسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶

بعض المتاخرین۔ امام ابوجعفراوران کے تابع بعض متاخرین کے۔

اور اس فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے حضرت سیدی ابوالحسین نوری مدظلہ العالی سے سُنا کہ ہمارے بلاد میں مارہرہ مطہرہ کے قریب ایک جنگل میں گنج شہیداں ہے، کوئی شخص اپنی بھینس لیے جاتا تھا، ایک جگہ زمین نرم تھی، ناگاہ بھینس کا پاؤں جارہا، معلوم ہوا یہاں قبر ہے، قبر سے آواز آئی: "اے شخص! تو نے مجھے تکلیف دی، تیری بھینس کا پاؤں میرے سینے پر پڑا۔" فیہا قصۃ لطیفۃ تدل علی عظیم قدرۃ اللہ تعالٰی وعجیب صنعہ فی الشھداء (اس میں لطیف قصہ ہے جو شہداء کے بارے میں اللہ تعالٰی کی قدرت عظیمہ اور عجیب صناعی پر دلالت کرتا ہے۔ ت)

اب بحمداللہ تعالٰی حکم مسئلہ مثل آفتاب روشن ہوگیا، جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے اور اس سے تکیہ لگانے اور مقابر میں جُوتا پہن کر چلنے والوں کو منع فرمایا، اور علماء نے اس خیال سے کہ قبور پر پاؤں نہ پڑے گورستان میں جوراستہ جدید نکالا گیا ہو اس میں چلنے کو حرام بتایا اور حکم دیا کہ قبر پر پاؤں نہ رکھیں بلکہ اس کے پاس نہ سوئیں، سنّت یہ ہے کہ زیارت میں بھی وہاں نہ بیٹھیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ بلحاظِ ادب پاس بھی نہ جائیں، دُور ہی سے زیارت کرآئیں اور قبرستان کی خشک گھاس اگرجانوروں کو کھلانا جائز فرمایا مگریُوں کہ یہاں سے کاٹ کر لے جائیں نہ کہ جانوروں کو مقابر میں چرائیں اور تصریح فرمائی کہ مسلمان زندہ و مردہ کی عزت برابر ہے، اور جس بات سے زندوں کو ایذا پہنچتی ہے مُردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں اور انھیں تکلیف دینا حرام، تو خود ظاہر ہُوا کہ یہ فعل مذکور فی السوال کس قدر بے ادبی و گستاخی و باعثِ گناہ اور استحقاق عذاب ہے۔ جب مکان سکونت بنایا گیا تو چلنا پھرنا بیٹھنا لیٹنا، قبور کو پاؤں سے روندنا، ان پر پاخانہ، پیشاب بھانا سب ہی کچھ ہوگا اور کوئی دقیقہ بے حیائی اور اموات مسلمین کی ایذا رسانی کا باقی نہ رہے گا والعیاذ باللہ رب العالمین۔



علماء فرماتے ہیں: جہاں چالیس مسلمان جمع ہوتے ہیں ان میں ایک ولی اللہ ضرور ہوتا ہے کما صرح بہ العلامۃ المناوی رحمہ اللہ تعالٰی فی التیسیر شرح الجامع الصغیر (جیسا کہ علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالٰی نے تیسیر شرح جامع صغیر میں تصریح کی۔ ت)

اور ظاہر ہے کہ مقابرِ مسلمین میں صدہا مسلمانوں کی قبریں ہوتی ہیں بلکہ خدا جانے ایک ایک قبر میں کس کس قدر دفن ہیں تو بالضرورت ان میں بندگانِ مقبول بھی ضرور رہوں گے بلکہ اس امر کی اموات میں زیادہ امید ہے کہ بہت بندے خدا کے جو زندگی میں آلودہ گناہ تھے بعد موت پاک وطیب ہوگئے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: الموت کفارۃ لکل مسلم[1] موت کفارۂ گناہ ہے ہر سُنّی مسلمان کے لیے۔

---

عہ فائدہ جلیلہ: محاورۂ قرآن وحدیث میں مومن ومسلم خاص اہلسنّت کو کہتے ہیں کہ (باقی اگلے صفحہ پر)

[1] شعب الایمان حدیث ۹۸۰۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۱۷۱

اخرجہ ابو نعیم والبیھقی فی شعب الایمان عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ وقال السیوطی صححہ ابن العربی۔

اسے ابو نعیم اور بیہقی نے شعب الایمان میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور علامہ سیوطی نے فرمایا کہ ابن عربی نے اس کی تصحیح کی۔

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے حکم دیا کہ فاجر معلن کے فسق وفجور کا اس کی زندگی میں اعلان کیا جائے تاکہ لوگ اس سے احتراز کریں۔

اخرج ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ والترمذی فی النوادر والحاکم فی الکنٰی والشیرازی فی الالقاب وابن عدی فی الکامل والطبرانی فی الکبیر والبیھقی فی السنن والخطیب فی التاریخ، کلھم عن الجارود عن بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفہ الناس اذکروا الفاجر بما فیہ یحذرہ الناس[1]

ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبۃ میں اور ترمذی نے نوادر میں اور حاکم نے کنٰی میں اور شیرازی نے القاب میں اور ابن عدی نے کامل میں اور طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے سنن میں اور خطیب نے تاریخ میں، سب نے جارود سے، جارود نے بہز بن حکیم سے، انھوں نے اپنے باپ سے اور ان کے دادا نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی کہ کیا تم فاجر کا ذکر کرنے سے ڈرتے ہو، لوگ اسے کب پہچانیں گے، فاجر کی برائیاں بیان کرو تاکہ لوگ اس سے بچیں۔

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) زمانۂ نزولِ قرآنِ عظیم وارشادِ حدیث کریم میں صرف اہلِ حق اہلِ سنت وجماعت ہی تھے۔ اس زمان برکت نشان میں کسی بدمذہب ومبتدع کا ہونا محال تھا کہ بدمذہبی شبہ وتاویل سے پیدا ہوتی ہے جسے یقین قطعی سے بدلنے والے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دنیا میں جلوہ فرما تھے۔ اگر شبہ گزرتا حضور کشف فرماتے۔ شبہ الا مانتا تو سنی ہوتا، نہ مانتا تو کافر ہو جاتا۔ یہ بیچ کی شق وہاں ممکن ہی نہ تھی ولہذا آیۂ کریمہ "ویتبع غیر سبیل المؤمنین" سے جب علماء نے حجیتِ اجماع پر استدلال کیا تصریح فرما دی کہ مبتدعین کا اتفاق اجماع میں ملحوظ نہیں کہ مومنین سے مراد اُمتِ اجابت ہیں۔ مبتدعین اُمتِ اجابت نہیں اُمتِ دعوت ہیں۔ دیکھو توضیح وتلویح بحث اجماع وغیرہ۔ یہ فائدہ نفیسہ یاد رکھنے کا ہے کہ "انما المؤمنون اخوۃ" وغیرہا آیات واحادیث میں مومنین سے اہلسنت ہی مراد ہیں۔ انھیں کے باہم اتفاق واتحاد کا حکم ہے۔ ندوۃ خذلہا اللہ تعالٰی کی تعمیم اور تمام گمراہوں، بدمذہبوں سے اتحاد وداد کی تعلیم سب بے دینوں کی تکریم وتعظیم پر ان نصوص کو پیش کرنا محض بددینی اور ضلالت ہے والعیاذ باللہ تعالٰی ۱۲ منہ

---

[1] نوادر الاصول اصل ۹۶ فی ذکر الفاجر الخ دار صادر بیروت ص ۲۱۳
تاریخ بغداد ترجمہ ۳۷۴۵ و ۳۷۵۱ دار الکتاب العربی بیروت ۷/۲۶۲ و ۲۶۸ و ۱/ ۳۸۲

اور بعد موت کیسا ہی فاسق فاجر ہو اس کے بُرا کہنے اور اس کی بُرائیاں ذکر کرنے سے منع فرمایا کہ وہ اپنے کئے کو پہنچ گیا۔

اخرج الامام احمد والبخاری والنسائی عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لاتسبوا الاموات فانہم قد افضوا الی ماقدموا[1]۔

امام احمد، بخاری اور نسائی نے امّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے، فرمایا: "تم مُردوں کو بُرا نہ کہو کیونکہ اُنھوں نے جو کچھ کیا تھا وہ اس کی جزا کو پہنچے"۔

واخرج ابوداؤد والترمذی والحاکم والبیہقی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویہم[2] واخرج النسائی بسند جید عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتذکروا ھلکاکم الا بخیر[3]۔

اور ابوداؤد، ترمذی، حاکم اور بیہقی نے ابن عمر سے انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ "تم اپنے مُردوں کی خُوبیاں بیان کرو اور اُن کی برائیوں سے درگزر کرو"۔ اور نسائی نے بسندِ جید عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی اور انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کہ "تم اپنے مُردوں کو بھلائی سے ہی یاد کرو۔"

بعد اس اطلاع کے بھی اگر ایسے اشخاص اپنی حرکت سے باز نہ آئیں تو اب ان کی گستاخیاں عوام مومنین کے ساتھ ہی نہیں بلکہ حضرات اولیائے کرام کے ساتھ بھی ہوں گی، اور اشد و اعظم مصیبت اس کی جو اولیاء کی جناب رفیع میں گستاخ ہو۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ جل جلالہٗ فرماتا ہے:

من عادی لی ولیًا فقد اٰذنتہ بالحرب[4]۔ رواہ الامام البخاری عن سیدنا ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو میرے کسی ولی سے دشمنی باندھے میں نے اس سے لڑائی کا اعلان کردیا۔ اسے امام بخاری نے سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

**اقول** وکفی بالجامع الصحیح حجۃً وان کان فی قلب الذھبی ماکان۔

**اقول** دلیل کے طور پر جامع صحیح کا حوالہ کافی ہے اگرچہ مریب کے دل میں کچھ شک گزرے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ماینھی من سب الاموات قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۷

[2] سنن ابی داؤد باب فی النہی عن سب الموتٰی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۱۵

[3] سنن النسائی النہی عن ذکر الھلکٰی الّا بخیر مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/ ۲۲۲

[4] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب التواضع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۶۳

غرض ان لوگوں پر ضرور ہے کہ اپنے حالِ سقیم پر رحم کریں اور خدائے جبار قہار جل جلالہ کے انتقام سے ڈریں اور مسلمانوں کے اموات کو ایذا نہ پہنچائیں، آخر انھیں بھی اپنے امثال کی طرح ایک دن زمین میں جانا اور بیکس بے بس ہو کر پڑنا ہے۔ جیسا آج یہ لوگوں کے ساتھ پیش آتے ہیں ویسا ہی اور لوگ کل ان کے ساتھ کریں گے۔

عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما تدین تدان[1] ۔ اخرجہ ابن عدی فی الکامل عن ابن عمر واحمد فی المسند عن ابی الدرداء و عبد الرزاق فی الجامع عن ابی قلابۃ مرسلاً وھو عند الاٰخرین قطعۃ حدیث، قلت ولہ شواھد جمۃ، وھو من جوامع کلمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان ہے: جیسا کروگے ویسا بھروگے۔ اسے ابن عدی نے کامل میں ابن عمر سے، احمد نے مسند میں ابی الدرداء سے اور عبدالرزاق نے جامع میں ابو قلابہ سے مرسلاً روایت کیا ہے، اور آخری دو کے نزدیک یہ حدیث کا ٹکڑا ہے، قلت (میں کہتا ہوں) اس کے لیے شواہد کثیر ہیں اور یہ حدیث حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جامع کلمات میں سے ہے (ت)

اللہ تعالٰی کی طرف شکوے کہ یہ بلا ان جاہلوں میں ان اجہلوں کی پھیلائی ہوئی ہے جنھوں نے اموات کو بالکل پتھر سمجھ لیا کہ مرگئے اور خاک ہوگئے۔ نہ اب کچھ سُنتیں نہ سمجھیں، نہ کسی چیز سے ایذا یا راحت پائیں اور جہاں تک بن پڑا قبورِ مسلمین کی عظمت قلوبِ عوام سے چھیل (سلب کر) ڈالی۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

## وصلِ دوم



تنقیح مقام و تفضیح اوہام نجدیہ لیام، نقل در فتوٰی فقیر غفرلہ ملک الانعام

### فتوٰی اُولٰی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**مسئلہ** از کلکتہ امر تلالین نمبر ۸ مرسلہ حاجی لعل خاں صاحب و بار دوم بلفظہٖ از کانپور بازار نیا گنج کمپنی دادو جی دادا بھائی سورتی، مرسلہ عبدالرحیم صاحب ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین رحمہم اللہ تعالٰی اس مسئلے میں کہ ایک طرف چند پرانی قبریں پائی جاتی ہیں اور باقی ایک تہائی سطح میدان پڑا ہُوا ہے اور وہاں کے عمر رسیدہ قریب اسّی سے سَو برس کے بزرگوں سے تحقیق کرنے پر وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کے ہوش سے ہم لوگوں کے جاننے میں کسی حصہ اس سطح زمین میں کوئی میّت دفن نہیں ہُوا ہے،

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عدی عن ابن عمر حدیث ۴۳۰۳۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/۷۷۲

اس پر چند مسلمانانِ عالی ہمت نے اس تہائی خالی سطحِ زمین پر مدرسہ اور کتب خانہ بنانے کے لیے حاکمِ وقت سے درخواست کی تھی۔ تحقیق کرنے کے بعد کہ وہاں کوئی قبر نہیں ہے، حاکم نے اجازت دے دی۔ ان حضرات نے مدرسہ و کتب خانہ بنانے کے لیے تمام سامان فراہم کیا ہے۔ اس صورت میں ایسے مقام پر مدرسہ و کتب خانہ بنانا درست ہے یا نہیں؟ اور مدرسہ کی نیو (بنیاد) کھودتے وقت اگر احیاناً وہاں مُردے کی بوسیدہ ہڈی نکلے تو اس کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

## الجواب

وقف کی تبدیل جائز نہیں۔ جو چیز جس مقصد کے لیے وقف ہے اسے بدل کر دوسرے مقصد کے لیے کر دینا روا نہیں۔ جس طرح مسجد یا مدرسہ کو قبرستان نہیں کرسکتے یونہی قبرستان کو مسجد یا مدرسہ یا کتب خانہ کر دینا حلال نہیں۔

سراج وہاج پھر فتاوٰی ہندیہ میں ہے:

لایجوز تغییر الوقف عن ہیأتہ فلا یجعل بستاناً و لا الخان حماماً و لا الرباط دکاناً الّا اذا جعل الواقف الی الناظر مایری فیہ مصلحۃ الوقف[1] اھ

وقف کو اس کی ہیئت سے تبدیل کرنا جائز نہیں لہذا گھر کا باغ بنانا اور سرائے کا حمام بنانا اور رباط کا دکان بنانا جائز نہیں، ہاں جب واقف نے نگہبان پر معاملہ چھوڑ دیا ہو کہ وہ ہر وہ کام کرسکتا جس میں وقف کی مصلحت ہو تو جائز ہے اھ

قلت فاذا لم یجز تبدیل الہیأۃ فکیف بتغییر اصل المقصود۔

قلت (میں کہتا ہوں۔ت) جب ایک ہیئت کی تبدیلی جائز نہیں تو اصل مقصود کی تغییر کیونکر جائز ہوگی!



اور اس پارہ قبرستان میں سو برس سے کوئی قبر نہ ہونا اسے قبرستان ہونے سے خارج نہیں کرسکتا۔ امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے قول مفتٰی بہ پر تو واقف کے صرف اتنا کہنے سے کہ میں نے یہ زمین دفنِ مسلمان کیلئے وقف کی یا اس زمین کو مقبرہ مسلمین کر دیا، وہ تمام زمین قبرستان ہوجاتی ہے اگرچہ ہنوز ایک مُردہ بھی دفن نہ ہُوا، اور امام محمد کے قول پر ایک شخص کے دفن سے ساری زمین قبرستان ہوجاتی ہے۔

اسعاف پھر ردالمحتار میں ہے:

تسلیم کل شیئ بحسبہ ففی المقبرۃ بدفن واحد وفی السقایۃ بشربہ وفی الخان

ہر چیز کا سپرد کرنا اس کی حیثیت کے مطابق ہوتا ہے تو مقبرے میں ایک شخص کو دفن کرنا ہے اور سقایہ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف الباب الرابع عشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۹۰

بنزولہ[1]۔ میں ایک گھونٹ پانی پینا ہے اور سرائے میں اترنا ہے۔

ہدایہ و ہندیہ میں ہے:

وعند ابی یوسف رحمہ اللّٰہ تعالٰی یزول ملکہ بالقول کما ھو أصلہ، وعند محمد رحمہ اللّٰہ تعالٰی اذا استقی الناس من السقایۃ وسکنوا الخان والرباط ودفنوا فی المقبرۃ زال الملک ویکتفی بالواحد لتعذر فعل الجنس کلہ وعلی ھذا البئر والحوض[2]۔

اور ابویوسف کے نزدیک اس کی ملک کہنے سے زائل ہوجائیگی جیسی کہ یہ وقف کی اصل ہے اور امام محمد کے نزدیک جب لوگ سقایہ سے سیراب ہوں اور سرائے اور رباط میں رہیں، اور مقبرہ میں دفن کریں تو ملک زائل ہوجائیگی اور ایک پر اکتفار کیا جائے گا کیونکہ تمام جنس کا فعل متعذر ہے اور کنویں اور حوض کا حکم بھی ایسا ہی ہے۔

درمنتقی اور شامی میں ہے:

قدم فی التنویر والدرر والوقایۃ وغیرھا قول ابی یوسف وعلمت ارجحیتہ فی الوقف و القضاء اھ[3]۔

تنویر، درر اور وقایہ وغیرہا میں ابویوسف کا قول مقدم رکھا اور تم اس کی ارجحیت وقف اور قضا میں جان چکے ہو۔

پس صورتِ مستفسرہ میں وہاں مدرسہ و کتب خانہ بنانا ہی جائز نہیں اگرچہ مُردے کی ہڈی نہ نکلے، اور نکلنے کی حالت میں ممانعت اور اشد ہوجائے گی کہ قبرِ مسلم کی بے حُرمتی ہُوئی کما بیناً فی الأمر باحترام المقابر (جیسا کہ ہم نے رسالہ الامر باحترام المقابر میں بیان کیا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔



## فتوٰی ثانیہ

**مسئلہ** از کانپور مسجد رنگیاں، مرسلہ مولوی شاہ احمد حسن صاحب مرحوم بوساطت جناب مولانا مولوی وصی احمد صاحب ۲۱ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

بخدمت سراپا برکت مولنا مولوی صاحب مجدد مائۃ حاضرہ، صاحب حجتِ قاہرہ، امام جماعت عالم سنت مولنا وسیدنا المولوی محمد احمد رضا خاں صاحب تمت فیوضاتہم وعمت سکنۃ المشارق والمغارب، السلام علیکم

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف مصطفی البابی مصر ۳/۴۰۵

[2] فتاوٰی ہندیۃ الباب الثانی عشر فی الرباطات الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۶۵

[3] ردالمحتار کتاب الوقف مصطفی البابی مصر ۳/۴۰۵

ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ کانپوری مولوی احمد حسن صاحب سے ملاقات ہوئی ۔ کہتے تھے کہ بالفعل ایک اشد ضرورت ہے وہ یہ کہ جامع العلوم والوں نے ایک فتوٰی لکھا ، مستفتی میرے پاس لایا ، میں نے ان کے خلاف جواب لکھا ۔ جامع العلوم والوں نے اس کو دیوبند بھیجا ۔ اُنھوں نے اپنے ہم مذہبوں کے جواب کی تصدیق کی ۔ مستفتی پھر میرے پاس آیا کہ اب میں کس کے قول پر عمل کروں ، میں نے کہا کہ جو فیصلہ حَکم کرے اُس پر عمل کرو ۔ حضرت مولٰنا سے بڑھ کر حَکم کون ہے ، لہذا اصل استفتاء کو اپنے ہمراہ لیتے جاؤ اور مولانا سے جواب لکھوالاؤ اور فوراً روانہ کردو ۔ چونکہ میرا ارادہ حاضری کا تھا ، میں نے استفتاء لے لیا اور اتفاق کہ میں حاضر نہ ہوسکا ، اور یہ بہت ضروری ہے لہذا اس عریضے میں ہمراہ سید عبدالشکور صاحب حاضر خدمت کرتا ہوں ، اسی وقت فیصلہ لکھ دیجئے اور سید صاحب ہی کے ہمراہ واپس فرمایئے کہ میں روانہ کردوں ، مولوی احمد حسن صاحب انتظار میں ہوں گے ۔

## نقل استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک سطح وقف زمین کہ قبرستان کے نام سے مشہور ہے جس کی ایک طرف چند پرانی شکستہ قبریں پائی جاتی ہیں الخ بعینہ سوال آمدہ از کلکتہ امرتلا لین واز کانپور بازار نیا گنج ، ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۲۱ھ کہ عنقریب فتاوٰی میں گزرا ۔

## جواب اہل مدرسہ جامع العلوم

ایسے مقام پر کتب خانہ اور مدرسہ بنانا جائز ہے لعدم المانع (کہ مانع معدوم ہے ۔ ت) اور اگر بوسیدہ ہڈی اتفاقی طور پر نکل آئے تو اس کو کہیں دفن کردے ۔

وقال الزیلعی ولوبلی المیت وصار تراباً جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ[1] اھ شامیۃ ص ۵۹۹ واللہ اعلم ۔

امام زیلعی نے فرمایا اگر میت بوسیدہ ہوکر مٹی ہوجائے تو اس کی قبر میں دوسرے کو دفن کرنا اور اس کی قبر پر کھیتی کرنا اور عمارت بنانا جائز ہے اھ شامیہ ص ۵۹۹ واللہ اعلم (ت)

الاحقر محمد رشید مدرس دوم مدرسہ جامع العلوم کانپور

| محمد رشید دو عالم ز فیض | | |
|---|---|---|
| ۱۳ | ھ | ۱۳ |

من اجاب فقد اصاب (جو جواب دیا گیا درست ہے ۔ ت) محمد عبداللہ عفی عنہ

---

[1] ردالمحتار مطلب فی الدفن دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۹۹

ھذا الجواب غیر صحیح لانہ مخالف لعبارۃ الفقھاء۔ | یہ جواب نادرست ہے کیونکہ یہ فقہاء کی عبارات کے خلاف ہے (ت)

محمد عبدالرزاق مدرس مدرسہ امداد دارالعلوم کانپور

محمد عبدالرزاق

## خلاصۂ جواب جناب مولوی احمد حسن صاحب

صورتِ مسئولہ میں اس مقام پر کتب خانہ و مدرسہ بنانا ناجائز ہے اس لیے کہ یہ جگہ جب مقبرے کے نام سے مشہور اور وقف ہے تو شرعاً یہ مقبرہ سمجھا جائے گا اور اس مقبرے کے لیے یہ زمین وقف ہوگی اور اس کی شہرت اس کے ثبوت کے لیے دلیل کافی ہے۔ درمختار میں ہے:

تقبل فیہ الشھادۃ بالشھرۃ الخ[1] ملخصاً (اس میں شہرت کی بنا پر شہادت قبول کی جاتی ہے الخ۔ ت)

اسی طرح ردالمحتار میں ہے عالمگیریہ میں ہے:

الشھادۃ علی الوقف بالشھرۃ تجوز الخ[2] (وقف پر شہادت شہرت کی بنا پر جائز ہے الخ۔ ت)

اور اس کے مندرس ہوجانے سے دوسرا کوئی نفع لینا درست نہ ہوگا۔ قاضی خاں مطبوعہ مصر جلد ثالث ص ۳۱۴ پر ہے:

مقبرۃ قدیمۃ بمحلۃ لم یبق فیھا اٰثار المقبرۃ ھل یباح لاھل المحلۃ الانتفاع بھا قال ابونصر رحمہ اللہ تعالٰی لایباح[3]۔ | ایک محلے میں پرانا قبرستان ہے جس کے نشانات باقی نہیں رہے، کیا اہلِ محلہ اس سے نفع حاصل کرسکتے ہیں؟ ابونصر رحمہ اللہ تعالٰی نے کہا کہ مباح نہیں ہے۔

عالمگیری جلد ثانی مطبوعہ مصر صفحہ ۴۷۰ و ۴۷۱:

سئل القاضی الامام شمس الائمۃ محمود الاوزجندی عن المقبرۃ اذا اندرست و لم یبق فیھا اثر الموتٰی لا العظم ولا غیرہ ھل یجوز زرعھا واستغلالھا قال لا ولھا | قاضی امام شمس الائمہ محمود اوزجندی سے ایسے قبرستان کے بارے میں دریافت کیا گیا جس کے نشانات مٹ گئے ہوں اور اس میں ہڈیاں تک نہ رہی ہوں کیا اس میں کھیتی باڑی کرنا اور اسے کرائے پر دینا جائز ہے؟

---

[1] درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۸

[2] فتاوٰی ہندیۃ " الفصل الثانی فی الشہادۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۳۸

[3] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی المقابر والرباطات ۴/ ۷۲۵

حکم المقبرۃ۔ کذا فی المحیط[1]

فرمایا: نہیں، وہ قبرستان کے حکم میں ہے۔ جیسا کہ محیط میں ہے۔

نہ عدم جواز انتفاع بالمقبرہ امام زیلعی کی اس عبارت ہی کے خلاف ہے اس لئے کہ انھوں نے "جواز" میت کے بوسیدہ اور خاک ہوجانے پر مرتب فرمایا ہے، اور یہاں عدم جواز اس وجہ سے نہیں بلکہ بسبب مقبرے کے وقف ہونے میں ہے، جیسا کہ مصحح نے عالمگیریہ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے، عبارت منقولہ عالمگیریہ پر یہ عبارت لکھی ہے:

قوله قال لاھذا لاینافی ما قاله الزیلعی، لان المانع ھنا کون المحل موقوفا علی الدفن فلا یجوز استعماله فی غیرہ فلیتامل ولیحرر اھ مصححہ[2]۔

ان کا قول "انھوں نے کہا نہیں" یہ زیلعی کے قول کے منافی نہیں کیونکہ یہاں مانع محل کا دفن کے لیے موقوف ہونا ہے تو اس کا استعمال غیر میں جائز نہیں، غور کرنا چاہئے اور اسے محفوظ کرنا چاہئے اھ مصحح۔

اور مسائل سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ غیر جنس کی طرف وقف جائز نہیں۔ عالمگیریہ جلد ثانی ص ۴۷۸ میں ہے:

سئل شمس الائمۃ الحلوانی عن مسجد اوحوض خرب لایحتاج الیه لتفرق الناس ھل للقاضی ان یصرف اوقافه الی مسجد اٰخر اوحوض اٰخر۔ قال نعم ولولم یتفرق الناس ولکن استغنی الحوض عن العمارۃ وھناك مسجد محتاج الی العمارۃ اوعلی العکس ھل یجوز للقاضی صرف وقف ما استغنی عن العمارۃ الی عمارۃ ماھو محتاج الی العمارۃ فقال لا، کذا فی المحیط[3]۔

شمس الائمہ حلوانی سے مسجد یا حوض کے بارے میں دریافت کیا گیا جو ویران ہوں اور ان کی ضرورت نہ رہی ہو کیونکہ وہاں آبادی نہیں رہی، کیا قاضی اس کے اوقاف کو دوسری مسجد یا دوسرے حوض میں صرف کرسکتا ہے؟ فرمایا: ہاں اور اگر لوگ وہیں رہتے ہوں مگر اس حوض کی ضرورت نہ رہی ہو اور وہاں مسجد عمارت کی محتاج ہو یا بالعکس تو کیا قاضی اس وقف کی آمدنی جس کی ضرورت نہ ہو دوسرے محتاج وقف کی تعمیر پر خرچ کرسکتا ہے؟ تو فرمایا نہیں۔ محیط میں اسی طرح ہے۔



لہذا اس زمین میں جو دفن کے لیے وقف ہو مدرسہ وغیرہ بنانا جائز نہ ہوگا گو خالی ہی کیوں ہو۔ اور دوسرے اس کا خالی ہونا فقط اتنی شہادت سے کہ ہماری عمر میں ہمارے علم میں کوئی میت دفن نہ کی گئی، ثابت نہیں ہوسکتا بلکہ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ — الباب الثانی عشر فی الرباطات الخ — نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۷۰-۷۱

[2] حاشیہ فتاوٰی ہندیۃ — " " " — ۲/۴۷۱

[3] فتاوٰی ہندیۃ — الباب الثالث عشر فی الاوقاف الخ — " " — ۲/۴۷۸

بلکہ اس قدیم مقبرے کا پُر ہونا سمجھا جاتا ہے کہ جب دو تہائی زمین میں قبریں اس قدر پُرانی ہیں کہ سَو برس کے لوگوں کے ہوش سے قبل کی ہیں تو ایک ثُلث میں اس سے بھی پہلے کی ہوں گی اور وُہ بالکل منہدم ہوگئی ہوں اور زمین صاف معلوم ہوتی ہو زمین بھر جانے کی وجہ سے دفن کرنا چھوڑ دیا گیا ہو۔ ہاں اگر کوئی شخص بیان کرے کہ جب سے یہ زمین مقبرے کے لیے وقف ہُوئی کوئی میّت اس تہائی میں نہ دفن کی گئی تو البتہ خالی ہونا ثابت ہوسکتا ہے پھر بھی مدرسہ وغیرہ سوائے دفن کے دُوسرے کام میں لانا ناجائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ عبدہ العاصی فضل الٰہی عفی عنہ

وھذا الجواب صحیح (یہ جواب صحیح ہے۔ ت) کتبہ عبدالرزاق عفی عنہ

الجواب الثانی صحیح (جواب ثانی صحیح ہے۔ ت) کتبہ احمد حسن عفی عنہ

## جواب مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ دیوبندیاں

## الجواب

یہ جواب صحیح نہیں ہے اور مجیب صاحب نے جو روایت نقل کی ہے اس سے بھی مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ الاصل وُہ قبرستان وقف نہیں ہے تو کچھ کلام نہیں ہے، اور قبرستان کو جو وقف مشہور کر دیتے ہیں یہ سب جگہ جاری نہیں۔ اکثر جگہ دیکھا گیا ہے کہ گورستان وقف نہیں ہوتا اور بعد تسلیم اس بات کے کہ وُہ وقفی ہے اس صورت میں کہ وہاں دفن اموات کا ایک مدت دراز سے بند ہے تو اس میں دوسرا مکان وقفی بنا دینا درست ہے، لہذا مدرسہ وقفی بنانا اس گورستان میں جائز ہے، چنانچہ اس روایت سے واضح ہے، یعنی عینی شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۳۵۹:

فان قلت ھل یجوز ان تبنی المساجد علٰی قبور المسلمین قلت قال ابن القاسم لوان مقبرۃ من مقابر المسلمین عفت فبنی قوم علیھا مسجداً لم ار بذالك باسا، و ذالك لان المقابر وقف من اوقاف المسلمین لدفن موتاھم لایجوز لاحد ان یملکھا فاذا درست واستغنی عن الدفن فیھا جاز صرفھا الی المسجد لان المسجد ایضاً وقف من اوقاف المسلمین، لایجوز

اگر تم کہو، کیا مسلمانوں کی قبروں پر مساجد کا بنانا جائز ہے؟ میں کہوں گا: ابنِ قاسم نے کہا اگر مسلمانوں کا کوئی قبرستان ختم ہو جائے اور وہاں کچھ لوگ مسجد بنالیں تو میں اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا، کیونکہ قبرستان بھی مسلمانوں کا ایک وقف ہے ان کے مُردوں کو دفن کرنے کے لیے، کسی کے لیے اس کا مالک بننا جائز نہیں۔ اب جبکہ وہ مِٹ گیا اور اس میں دفن کی ضرورت نہیں رہی تو اسے مسجد کے استعمال میں لانا جائز ہُوا کیونکہ مسجد بھی مسلمانوں کے اوقاف میں سے ایک وقف ہے کسی کو اس کا

تملیکہ لاحد فمعناھما علی ھذا واحد[1]۔ مالک بنانا جائز نہیں لہٰذا ان دونوں کا مقصد ایک ہے۔

اور کتبِ فقہیہ میں بھی روایاتِ جواز موجود ہیں مگر بندے کو مہلت نہیں، فقط،

واللہ تعالٰی اعلم۔ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد ۱۳۰۱ھ

الجواب صحیح۔ بندہ محمود عفی عنہ

الجواب صحیح۔ بندہ مسکین محمد یٰسین عفی عنہ

محمد یٰسین عفی عنہ

الجواب صحیح۔ غلام رسول عفی عنہ

جبکہ وہ مقبرہ نہایت کہنہ ہے اور اس وقت دفن کرنا وہاں متروک ہوگیا ہے تو بناءِ مدرسہ اس جگہ میں خصوصًا حصہ خالی میں درست ہے، البتہ اگر وہ مقبرہ فی الحال دفنِ اموات میں کام آتا ہو تو کوئی اور بناء اس میں درست نہیں ہے۔

قال فی علمگیریۃ ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ کذا فی التبیین[2]۔

علمگیریہ میں ہے کہ اگر میت پرانی ہوجائے اور مٹی ہوجائے تو دوسرے کو اس قبر میں دفن کرنا جائز ہے اور اس میں کھیتی کرنا اور اس پر عمارت بنانا بھی جائز ہے جیسا کہ تبیین میں ہے۔

فقط، واللہ تعالٰی اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ

فتوکلت علی العزیز الرحمٰن



# الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جواب اوّل غلط صریح، اور حکم ثانی حق وصحیح اور تحریر ثالث جہلِ قبیح ہے۔

## گنگوہی صاحب کا بے محل شقشقہ

**اوّلًا** سوال میں صاف تصریح تھی کہ "ایک سطح وقف زمین"، پھر مجیب سوم کی تشقیق کہ "اگر وہ قبرستان نہیں" الخ محض شقشقہ بے معنی ہے۔

## وقف میں شہرت کافی ہے اور گنگوہی صاحب کی جہالت

**ثانیًا** قبرستان کو جو وقف مشہور کردیتے ہیں یہ سب جگہ جاری نہیں، اس لیے کہ مشارٌ الیہ شہرت ہے

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری باب ھل تنبش قبور المشرکین الخ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۴/ ۱۷۹

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل السادس فی القبر والدفن نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۶۷

یا واقفیت، اول صحیح ہے مگر مہمل وناشئ بے محل، سوال اس صورتِ خاصہ سے ہے جہاں شہرت موجود ہے، اس پر حکم کے لیے ہر جگہ شہرت کیا ضرور، یُوں ہی دوم بھی اگر مقصود سلب واقفیت بحال انتفائے شہرت ہو، اور ان ہی دونوں صورتوں میں یہ قول کہ "اکثر جگہ دیکھا گیا کہ گورستان وقف نہیں ہوتا" رُوبصحت رکھتا ہے، اگرچہ کثیر واکثر میں فرق نہ کرنا ضیق نطاق بیان اور اگر نفی واقفیت شہرت مراد تو محض مردود ظاہر انفساد اور اب وُہ شہادت مشاہدۂ اکثر بلاد صراحۃً حکایت بے محکی عنہ ہے۔ متون وشروح وفتاوائے مذہب میں تصریحات جلیہ ہیں کہ شہرت مثبت واقفیت ومسوغ شہادت ہے۔

کلام مجیب دوم سلمہ میں بھی اس کی بعض نقول منقول، پھر باوصف تسلیم دلیل شرعی نفی مدلول جہل قطعی، یہاں شہادت شہرت کو نہ ماننا نہ اسی مقبرے بلکہ عامہ اوقاف قدیمہ کو یکسر مٹا دینا ہے طول عہد کے بعد شہود معاینہ کہاں، اور مجرد خط حجت نہیں۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے:

لایعمل بمجرد الدفتر ولا مجرد الحجۃ لما صرح بہ علماؤنا من عدم الاعتماد علی الخط وعدم العمل بہ کمکتوب الوقف الذی علیہ خطوط القضاۃ الماضین وانما العمل فی ذلک بالبینۃ الشرعیۃ۔[1]

صرف تحریر پر عمل نہ ہوگا اور نہ صرف دلیل پر کیونکہ ہمارے علماء نے تصریح کر دی ہے کہ خط پر اعتماد نہیں اور اس پر عمل نہیں، جیسے وہ وقف نامہ جس پر گزشتہ قاضیوں کی تحریریں ہوں۔ اس معاملے میں شرعی گواہوں پر ہی عمل ہوگا۔



اسی میں ہے:

کتاب الوقف انما ھو کاغذ بہ خط وھو لایعتمد علیہ ولا یعمل بہ کما صرح بہ کثیر من علمائنا والعبرۃ فی ذالک للبینۃ الشرعیۃ و فی الوقف یسوغ للشاھد ان یشھد بالسماع ویطلق ولا یضر فی شہادتہ قولہ بعد شہادتہ لم اعاین الوقف ولکن اشتھر عندی او اخبرنی بہ من اثق بہ۔[2]

وقف کی تحریر تو ایک کاغذ ہے جس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی عمل کیا جاسکتا ہے جیسا کہ ہمارے بہت سے علماء نے تصریح کی ہے، اعتبار اس معاملہ میں شرعی گواہوں کا ہے اور وقف میں گواہ کے لیے جائز ہے کہ سُن کر گواہی دے اور اطلاق رکھے اور اس کی شہادت میں ادائے شہادت کے بعد یہ کہنا کہ میں نے وقف کا معائنہ نہیں کیا، لیکن میرے نزدیک مشہور ایسا ہی ہے یا مجھے قابلِ اعتماد شخص نے خبر دی ہے کچھ مضر نہیں۔

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الوقف دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۱۸

[2] " " " ۱/ ۲۰۳

اب اگر شہرت بھی مقبول نہ ہو تو ہزاروں وقف سوا اس کے کہ محض بے ثبوت و باطل قرار پائیں اور کیا نتیجہ ہے۔ 30

## وقف میں تبدیلی حرام ہے اور گنگوہی صاحب کی سفاہت

**ثالثاً** مقبرے کے لیے وقف تسلیم کرکے اس میں مدرسہ وغیرہ دُوسرے مکان وقفی بنانے کو درست بتانا ظلم واضح وجہل فاضح ہے کہ اس میں صراحۃً تغیر وقف ہے اور وہ حرام ہے حتی کہ متولی بھی جو وقف پر ولایت رکھتا ہے نہ کہ اجنبی حتی کہ علمائے تغیرِ ہیأت کی بھی بے اذن واقف اجازت نہ دی، نہ کہ تغیر اصل وقف۔ عقود الدریہ میں ہے:

لایجوز للناظر تغیر صیغۃ الواقف کما افتی بہ الخیر الرملی والحانوتی وغیرھما۔[1]

وقف کے نگہبان کے لئے واقف کے صیغے کی تبدیلی جائز نہیں، جیسا کہ خیر رملی اور حانوتی وغیرہما نے فتوٰی دیا ہے۔

سراج الوہاج وہندیہ میں ہے:

لایجوز تغییر الوقف عن ھیأتہ فلایجعل الدار بستانا ولا الخان حماما ولا الرباط دکانا الا اذا جعل الواقف الی الناظر مایری فیہ مصلحۃ الوقف۔[2]

وقف کو اس کی ہیئت سے تبدیل کرنا جائز نہیں، لہذا گھر کو باغ اور سرائے کو حمام اور رباط کو دکان بنانا جائز نہیں، ہاں واقف نے اگر نگرانِ وقف کو اجازت دے رکھی ہے کہ وُہ ہر وہ کام کرسکتا ہے جس میں وقف کی مصلحت ہو تو ٹھیک ہے۔



فتح القدیر و ردالمحتار و شرح الاشباہ للعلامۃ البیری میں ہے:

الواجب ابقاء الوقف علی ماکان علیہ دون زیادۃ اخری۔[3]

وقف کو اپنی اصلی حالت پر باقی رکھنا واجب ہے بغیر اس کے کہ اس پر کوئی دوسری زیادتی کی جائے۔ (ت)

## وقف کرنے کے لئے مالک ہونا شرط ہے، شئ ایک بار وقف ہو کر دوبارہ وقف نہیں ہوسکتی

(اور گنگوہی صاحب کی ناواقفی)

**رابعاً** مدرسہ یا کتب خانہ یا کوئی مکان کیا خالی دیواروں کا نام ہے۔ ہر عاقل ادنٰی عقل والا بھی جانتا ہے کہ زمین ضرور اس میں داخل، تنہا دیواروں کو بناء وعملہ کہتے ہیں، نہ بیت وخانہ، مدرسہ جائے درس،

---

[1] العقود الدریۃ لایجوز للناظر تغییر الوقف حاجی عبدالغفار و پسران قندھار افغانستان ۱/ ۱۱۵

[2] فتاوٰی ہندیۃ الباب الرابع عشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۹۰

[3] فتح القدیر کتاب الوقف مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۴۴۰

محلِ درس زمین ہے یا دیواروں پر بیٹھ کر درس ہوگا ؟ اور یُوں بھی ہو تاہم قرار استقرار کو انتہا علی الارض سے کیا چارہ ، اور یہ زمین ایک بار ایک جہت کے لیے وقف ہوچکی دوبارہ وقفیت کیونکر معقول کہ واقف کا وقتِ وقف مالک ہونا شرطِ وقف ہے ہمارے مذہب میں بالاتفاق اہلِ وقوف اس پر صحت وقف موقوف اور وقف بعد تمامی کسی کی ملک نہیں تو پھر اصل واقف بھی اگر دوبارہ اسے وقف کرنا چاہے محض باطل ہوگا ، نہ کہ زید وعمرو بلکہ یہ حکم عام ہے ، خواہ وقف دوبارہ جہتِ اُخریٰ پر ہو یا اسی جہتِ اولیٰ پر کہ علی الاوّل تحویل باطل ہے اور علی الثانی تحصیل حاصل والکل باطل۔

بحرالرائق وعلمگیریہ وغیرہما میں ہے :

اما شرائطہ فمنہا العقل والبلوغ ومنہا ان یکون قربۃ ومنہا الملك وقت الوقف و یتفرع علی اشتراط الملك انہ لایجوز وقف الاقطاعات ولاوقف ارض الحوز للامام[1] ملتقطا۔

بہرحال وقف کی شرائط تو ان میں سے بلوغ اور عقل ہے اور ان میں سے اس کا عبادت کیلئے ہونا ہے اور وقتِ وقف ملک کا ہونا ہے ملک کی شرط پر یہ بھی متفرع ہے کہ جاگیر کا وقف جائز نہیں ، اور امام کی گھیری ہوئی زمین کا وقف بھی جائز نہیں۔ ملتقطاً

اسعاف میں ہے :

اتفق ابویوسف ومحمد رحمہما اللہ تعالٰی ان الوقف یتوقف جوازہ علی شروط بعضہا فی المتصرف کالملك فان الولایۃ علی المحل شرط الجواز والولایۃ تستفاد بالملك اوھی نفس الملك[2]۔

ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی نے اتفاق کیا ہے کہ وقف کا جواز بعض شرائط پر موقوف ہے ، کچھ تو اس میں سے متصرف میں ہیں جیسے ملک ، کیونکہ ولایت محل شرطِ جواز ہے اور ولایت یا تو ملک سے مستفاد ہے یا وُہ خود ملک ہے۔

اسی میں ہے :

لو وقف ارضا اقطعہ ایاھا السلطان فان کانت ملکالہ او مواتا صح وان کانت من بیت المال لایصح[3]۔

اگر کسی شخص نے بادشاہ کی دی ہُوئی جاگیر وقف کردی تو اگر وہ اس کی ملک ہے یا مُردہ زمین ہے تو صحیح ہے اور اگر بیت المال سے ہے تو صحیح نہیں۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الوقف باب الاول فی تعریف الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۳۵۲ تا ۳۵۴

[2] ، [3] اسعاف

## زمینِ وقف میں کوئی عمارت دوسری غرض کے لئے وقف نہیں ہوسکتی
(اور گنگوہی صاحب کی نادانی)

**خامسًا** تنہا عمارت وقف ہوگی یا تنہا زمین یا دونوں، ثانی بدیہی البطلان ہے لان الوقف لایوقف (کیونکہ وقف کا دوبارہ وقف جائز نہیں۔ ت) یوں ہی ثالث لانہ علیہ یتوقف (کیونکہ وہ وقف پر موقوف ہے) اوّل کا جواز ارض غیر محتکرہ میں اس صورت میں ہے کہ یہ عمارت اسی کام پر وقف ہو جس پر اصل زمین کا وقف ہے، ھوالصحیح بل ھوالتحقیق وبہ التوفیق (یہ صحیح ہے بلکہ یہی تحقیق ہے اللہ تعالٰی کی توفیق ہے۔ ت) تو زمین مقبرہ اور دیواریں مدرسہ یہ محض وسوسہ۔

فتاوٰی علامہ خیر الدین رملی میں ہے:

سئل فی کرم مشتمل علٰی عنب وتین وارضہ وقف سیدنا الخلیل علیہ وعلٰی نبینا وسائر الانبیاء افضل الصلٰوۃ واتم السلام من الملک الجلیل ادعٰی رجل بانہ وقف جدہ ھل تسمع دعواہ اجاب لاتسمع ولاتصح اذ الکرم اسم للارض والشجر وان ارید بہ الشجر فوقف الشجر علٰی جھۃ غیر جھۃ الارض مختلف فیہ وقد قال صاحب الذخیرۃ وقف البناء من غیر وقف الارض لم یجز ھوالصحیح وان ارید کل من الارض والشجر فبطلانہ بدیھی التصور وان ارید الارض فبدیھیۃ البطلان اولٰی[۱] اھ ملتقطا۔

اس باغ کے بارے میں دریافت کیا گیا جس میں انگور اور انجیر ہیں اور اس کی زمین جس کو حضرت ابراہیم علٰی نبینا وسائر الانبیاء افضل الصلٰوۃ واتم السلام من الملک الجلیل نے وقف کیا تھا، ایسے باغ پر ایک شخص نے دعوٰی کردیا کہ یہ اس کے دادا نے وقف کیا تھا، کیا اس کا دعوٰی سُنا جائے گا؟ جواب دیا، نہیں، کیونکہ باغ زمین اور درختوں کے مجموعہ کا نام ہے، اور اگر اس سے مراد درخت ہوں تو درختوں کا زمین کی جہت کے بغیر وقف کرنا مختلف فیہ ہے۔ صاحب ذخیرہ نے کہا ہے کہ عمارت کا وقف کرنا زمین کے بغیر جائز نہیں، یہی صحیح ہے۔ اور اگر زمین اور درخت سب مراد ہوں تو اس کا باطل ہونا ظاہر ہے اور اگر صرف زمین مراد ہو تو اس کا باطل ہونا اور بھی ظاہر ہے اھ ملتقطا۔

اسی میں اس کے متصل ہے:

کیف یصح للواقف وقفھا علٰی نفسہ و

واقف اس کو اپنے اوپر کیونکر وقف کرسکتا ہے حالانکہ

---

[۱] فتاوٰی خیریہ کتاب الوقف دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۶۹

ھی وقف الخلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام[1] اھ و ھذا معنی قولہ فبطلانہ بدیہی التصور۔

یہ وقف ابراہیم علیہ السلام کا ہے اھ یہی معنی ہیں ان کے قول کے کہ اس کا بطلان ظاہر ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

الذی حررہ فی البحر اخذا من قول الظھیریۃ واما اذا وقفہ علی الجھۃ التی کانت البقعۃ وقفا علیھا جاز اتفاقا تبعا للبقعۃ وان قول الذخیرۃ لم یجز ھو الصحیح مقصور علی ما عدا صورۃ الاتفاق وھو ما اذا کانت الارض ملکا او وقفا علی جھۃ اخری[2] اھ علی ھذا فینبغی ان یستثنی من ارض الوقف ما اذا کانت معدۃ للاحتکار وبہ یتضح الحال ویحصل التوفیق بین الاقوال[2] اھ ملخصا وقد اوضحناہ فیما علقناہ علیہ۔

جو بحر میں تحریر کیا ہے وُہ ظہیریہ کے قول سے ماخوذ ہے اور اگر اسی جہت پر وقف کیا جس پر وُہ خطہ وقف تھا تو وقف اسکی اتباع میں بالاتفاق جائز ہے اور ذخیرہ کا قول "جائز نہیں" صحیح ہے اور یہ اتفاق کی صورت کے غیر پر مقصور ہے اور یہ اس وقت ہے جبکہ زمین ملک یا وقف ہو کسی دوسری جہت پر، اس بناء پر زمین وقف سے اس صورت کا استثنا ضروری ہے جبکہ وُہ زمین احتکار کے لیے تیار کی گئی ہو، اس سے صورتِ حال واضح ہوجاتی ہے اور تمام اقوال میں توفیق حاصل ہوجاتی ہے اھ ملخصاً اور ہم نے ردالمحتار کی تعلیقات میں اس کی خوب وضاحت کی ہے۔



## گنگوہی صاحب کی سخت نافہمی، متعلقہ روایتوں کو بے علاقہ بتانا

**سادسًا** مدرسہ یا کتب خانہ جو بنایا جائے گا جبکہ شرعاً وقف نہیں ہوسکتا، لاجرم ملک بانیان پر رہے گا اور اب یہ صراحۃً وقف میں تصرف مالکانہ اور اپنے انتفاع کے لیے اس میں عمارت بنانا ہوگا، تو آفتاب کی طرح واضح ہے کہ قاضی خاں وعلمگیری ومحیط کی عبارات جو مجیب دوم سلمہ نے نقل کیں کہ مقبرہ اگرچہ مندرس ہوجائے اس میں قبر کا نشان درکنار، اموات کی ہڈی تک نہ رہے، جب بھی اس سے انتفاع حرام، اور ہمیشہ اس کے لیے حکمِ مقبرہ رہے گا۔ اسی طرح فتاوٰی ظہیریہ وخزانۃ المفتین واسعاف کی عبارات کہ:

مقبرۃ قدیمۃ بمحلۃ لم یبق فیھا آثار المقبرۃ

جو قبرستان پُرانا ہو اور اس میں مقبرے کے آثار باقی

---

[1] فتاوٰی خیریۃ کتاب الوقف دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۷۷

[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۳/۴۲۸

لایباح لاھل المحلة الانتفاع بھا و ان کان فیھا حشیش یحش منھا و یخرج الحشیش الی الدواب ولاترسل الدواب فیھا[1]۔

نہ رہے ہوں تو اس سے اہلِ محلہ نفع حاصل نہیں کر سکتے ہیں، اگر اس میں گھاس ہو تو وہ بھی کاٹی جاسکتی ہے کاٹ کر باہر لائی جائے مگر جانور قبرستان میں نہ چھوڑے جائیں۔

قطعاً مفیدِ مدعا تھیں۔

اور مجیب صاحب سوم کا یہ زعم کہ "مجیب صاحب نے جو روایت نقل کی ہے اس سے بھی مدعا ثابت نہیں ہوتا، محض سوءِ فہم اور جہل مبین"۔

(گنگوہی صاحب کی سخت بے علمی، نصوصِ مذہب کو چھوڑ کر ایک مالکی عالم سے استناد)

## گنگوہی صاحب پر گرفت

**سابعاً** مجیب سوم کو جب فقہ میں کوئی راہ نہ ملی ناچار متون و شروح و فتاوائے مذہب سب بالائے طاق رکھ کر نصوص اصول و فروع فقہ حنفی سب سے آنکھ بند کرکے شرح صحیح بخاری سے ایک روایت خارج عن المذہب پر قناعت کی کہ ابن القاسم نے کہا کہ میری رائے میں جب مقبرے کے آثار مٹ جائیں اور اس کی حاجت نہ رہے تو وہاں مسجد بنا لینا جائز ہے۔

عربی لفظوں کا ترجمہ دیکھ لیا، اب یہ ادراک کسے کہ یہ ابن القاسم کون ہیں؟ کس مذہب کے عالم ہیں؟ ان کا قول مذہب حنفی میں کہاں تک سُنا جاسکتا ہے؟ اور وہ بھی خاص ان کی اپنی رائے، اور وہ بھی اصول و فروعِ مذہب کے صریح خلاف۔ مجیب صاحب علامہ عینی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ شرح جامع صحیح میں صرف اقوال مذہب پر اقتصار نہیں کرتے، بلکہ ائمہ اربعہ اور ان سے بھی گزر کر بعض دیگر سابق و لاحق بلکہ بعض بدمذہبوں مثلاً داؤد ظاہری و ابنِ حزم تک کے اقوال نقل کر جاتے ہیں، بلکہ بارہا ابن و آن ہی کے قول پر قناعت فرماتے اور ائمہ مذہب کا مذہب بیان میں نہیں لاتے، جاہل کہ تراجم علماء سے آگاہ نہیں آپ کی طرح دھوکا کھاتا ہے اور خادمِ علم بحمداللہ تعالٰی فرقِ مراتب و تفرقہ مذاہب کی خبر رکھتا ہے۔ علامہ عینی یہاں کسی کتابِ فقہ کی تحریر میں نہیں یہ استطرادی بالائی فوائد ہیں جن سے اقاویلِ ناس پر اطلاع مقصود اور مذہب تو اصلاً و فرعاً کتبِ مذہب میں مضبوط ہوچکا۔ ان کی ان نقول کا اکثر مادہ تصانیف ابن المنذر و ابن بطال وغیرہما شافعیہ وغیرہم ہیں ان کی عادت ہے کہ محلِ نقل میں سطریں کی سطریں بلکہ کہیں صفحے کے صفحے بلاعزو بے تغیر لفظ نقل فرماجاتے ہیں، جس پر ان کے امام عصری امام ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالٰی نے الدرر الکامنہ میں تنبیہ کی، یہاں بھی صدر کلام

---

[1] فتاوٰی ظہیریہ

ذکرما یستنبط منہ من الاحکام سے آپ کی منقولہ حکایت تک اسی قسم کی عبارت ہے۔ عالم تو متعدد وجہ سے پہچانے گا کہ یہ کلام حنفیہ نہیں۔ آپ نے اتنا ہی دیکھا ہوتا کہ اس عبارت میں ہے: الی جواز نبش قبورھم للمال ذھب الکوفیون والشافعی واشھب بھذا الحدیث (کوفہ والے، شافعی اور اشہب اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے اس طرف گئے ہیں کہ حصول مال کیلئے انکی قبروں کی اکھاڑنا جائز) حنفیہ کا محاورہ نہیں کہ اپنے ائمہ کا مذہب یوں بیان کریں کہ کوفے والے ادھر گئے ہیں، قائل حنفی ہوتا تو "ذھب ائمتنا یا اصحابنا یا علمائنا و امثال ذٰلک" لکھتا۔ یہ ابن القاسم واشہب دونوں؏ حضرات مالکی المذہب عالم ہیں۔ خود امام ہمام کے شاگرد، اور ان کے مذہب میں اہل روایت و درایت جیسے ہمارے ہاں زفر و حسن بن زیاد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم، آپ کی مقدس بزرگی کہ مذہب حنفی کے صریح خلاف ایک مالکی عالم کی رائے پر فتوٰی دیتے، اور اپنے زعم میں اسے مذہب حنفی کی روایت سمجھ رہے ہیں حالانکہ ہمارے ائمہ تو ہمارے ائمہ وہ اس مذہب کے بھی امام مجتہد سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ یہ ابن القاسم ہمارے علماء سے نہیں، مگر ہاں جب نافہمی کی ٹھہری تو آپ کو کیا لگتا کہ اس ذکر اصحابنا کو بھی قال ابن القاسم کے تحت میں داخل اور انھیں کے مقولے میں شامل مانتے۔

## گنگوہی صاحب کی تین چالاکیاں اور ان کا اُلٹا پڑنا

**ثامنًا** مجیب صاحب نے ناحق اس حکایت غیر مذہب پر قناعت کی کہ فقط بیچارے مُردہ مسلمانوں کی قبریں، طلبہ اور مدرسہ کے بھنگی بہشتی سے پامال کرانے کی گنجائش ملی۔ اس ذکر اصحابنا کو کیوں نہ لیا کہ مسجدوں میں ہل چلانے، گھوڑے یا گدھے باندھنے کی راہ چلتی۔

بل ھواشنع واخنع وھو اتخاذ موضع المسجد حشا و کنیفا لقولہ و ذکر اصحابنا ان المسجد اذا خرب ودثر ولم یبق حولہ جماعۃ والمقبرۃ اذا عفت ودثرت تعود ملکا لاربابھا۔ "قال" فاذا عادت ملکا یجوزان یبنی موضع المسجد دارًا وموضع

بلکہ یہ زیادہ بُرا ہے کہ مسجد کو اصطبل یا باڑہ بنالیا جائے کیونکہ انھوں نے کہا، ہمارے اصحاب نے ذکر کیا کہ مسجد جب ویران ہوجائے اور اس کے گرد کوئی جماعت نہ رہے اور قبرستان جب مٹ جائے تو ان پر ان کے سابق مالک کی ملک لوٹ آتی ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ جب یہ چیزیں ملک میں آگئیں تو مسجد کی جگہ کو گھر اور قبرستان کی جگہ

---

؏ دونوں حضرات کے مزار فائض الانوار قرافہ میں یکجا ہیں۔ علماء فرماتے ہیں ان دونوں مزاروں کے بیچ میں دعا قبول ہوتی ہے ۱۲ منہ حفظ ربہ

---

لہ عمدۃ القاری باب ھل تنبش قبور مشرکی الجاھلیۃ الخ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۴/ ۱۷۹

المقبرۃ مسجدا او غیر ذٰلک لان الدار لابد لھا من تلک الاشیاء۔ کو مسجد وغیرہ بنانا درست ہُوا، کیونکہ گھر کے لیے ان چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔

مگر آپ نے ضرور ہوشیاری برتی،

اولاً جانتے تھے کہ کتبِ معتمدۂ مذہب مشہورہ متداولہ میں اسے صراحۃً رَدّ کیا اور اس کے خلاف پر بشدّ و مد فتوٰی دیا ہے۔ تنویر الابصار و دُرمختار میں ہے:

ولوخرب ماحولہ واستغنی عنہ یبقی مسجدا عند الامام والثانی ابدًا الٰی قیام الساعۃ وبہ یفتی[2]۔ اور اگر اس کا ارد گرد ویران ہوگیا اور اس کی ضرورت نہ رہی تو مسجد باقی رہے گی، امام صاحب اور امام ثانی (امام ابویوسف) کے نزدیک ہمیشہ قیامت تک، اور اسی پر فتوٰی ہے۔

حاوی القدسی و بحرالرائق و ردالمحتار میں ہے:

واکثر المشائخ علیہ مجتبی وھوالاوجہ فتح[3] اھ اسی پر اکثر مشائخ ہیں، مجتبٰی۔ اور یہی اوجہ ہے، فتح۔ (ت)

ثانیاً یہ قولِ امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ جسے علامہ عینی نے اصحابنا کی طرف نسبت کیا، خاص اسی حالت میں ہے جب وہ شیئ موقوف اس غرض کی صلاحیت سے بالکل خارج ہوجائے جس کے لیے واقف نے وقف کی تھی اصلاً کسی طرح اس کے قابل نہ رہے۔ ردالمحتار میں ہے:

ذکر فی الفتح ما معناہ انہ یتفرع علی الخلاف المذکور ما اذا انھدم الوقف ولیس لہ من الغلۃ ما یعمر بہ فیرجع الی البانی او ورثتہ عند محمد خلافا لابی یوسف لکن عند محمد انما یعود الٰی ملکہ ما خرج عن الانتفاع المقصود للواقف بالکلیۃ[4]۔ فتح میں ذکر کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ خلافِ مذکور پر یہ متفرع ہوتا ہے کہ جب وقف عمارت منہدم ہوجائے اور اس کی آمدنی نہ ہو جس سے اسے تعمیر کیا جائے تو وہ بنانے والے یا اس کے ورثاء کی طرف لوٹ جائے گا امام محمد کے نزدیک، اس میں ابویوسف کے خلاف ہے، لیکن محمد کے نزدیک اس کی ملک میں صرف وہی لوٹے گا جس سے بالکل نفع ممکن نہ ہو۔

یہ بات مقبرۂ مذکور میں کیونکر متصور ہو کہ ہنوز تہائی میدان حسبِ بیانِ سائل بالکل خالی پڑا ہے۔

ثالثاً شاید یہ بھی کچھ اندیشہ گزرا کہ اس مقبرے کے ساتھ مسجد کی بھی خیر نہیں، مبادا عوام بھڑک جائیں۔ ان وجوہ سے ذکر اصحابنا چھوڑ کر قال ابن القاسم کا یہ سرا پکڑا، مگر غافل کہ جن تین اندیشوں سے

---

[1] عمدۃ القاری باب ھل ینبش قبور مشرکی الجاھلیۃ الخ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۴/۱۷۹
[2] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۷۹
[3] و [4] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۳/۴۰۶

گریز فرمایا وہی تینوں یہاں بھی آپ پر عائد بلکہ مع شیٔ زائد :

اوّل تو وجہ سابع میں دیکھ چکے کہ خلاف مفتی بہ ہونا تو درکنار وُہ سرے سے مذہب کا کوئی قول ضعیف بھی نہیں ۔

اور ثانی یُوں کہ کلام ابن القاسم میں عفت و درست ہے ۔ عفاء دروس نیست و نابود و ناپید ا و بے نشان ہونا ہے ۔ یہ اس مقبرے پر کہاں صادق کہ سائل کہتا ہے ، پرانی شکستہ قبریں پائی جاتی ہیں تو ابھی نیست و نابود و ناپدید نہ ہوا اور اس روایتِ خارجہ نے بھی آپ کو کام نہ دیا ۔

اور ثالث یُوں کہ جب ان کی رائے میں مجرد وقفیت موجب اتحاد معنی و جواز اقامت بجائے یک دگر ہے تو جیسے مقبرے کو مسجد کرنا روا ، یُوں ہی مسجد کو مقبرہ ، یُوں ہی مسجد کو سرائے اور سرائے میں بیت الخلا ۔ فان الکل وقف من اوقاف المسلمین لایجوز تملیکہ لاحد فمعنی الکل علی ھذا واحد (کیونکہ یہ سب مسلمانوں کے اوقاف میں سے وقف کی صورتیں ہیں تو کسی کو اس کا مالک بنانا جائز نہیں اس اعتبار سے سب کا معنی ایک ہے) پھر مفر کدھر !

**تاسعاً** ذرا براہِ مہربانی تھوڑی دیر کو ہوش میں آکر فرمائیے کہ ابن القاسم نے کہا مقبرے کو بعد بے نشانی مسجد کردینا روا ، اور ابوالقاسم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : مقابر پر مسجد بنانا حرام ۔ آپ کے نزدیک یہ دونوں حکم حالتِ واحد پر وارد ، جب تو آپ کا ایمان ہے کہ ابن القاسم کی بات کو حق جانیں اور ابوالقاسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد نہ مانیں ، اور اگر حالت مختلف ہے تو پہلے وُہ فرق معین کیجئے جس پر ان دونوں احکام کا انقسام ہوگا ، کیا فقط نَو و کُہن کا تفرقہ ہے کہ نئی قبروں پر مسجد بنانا حرام ، اور جہاں ذرا پُرانی پڑیں اب ان پر نماز جائز ہوگئی یا فقط اُوپر کا نشان مٹ جانا چاہیئے یا ضرور ہے کہ لاشوں کے تمام اجزاء ، ساری ہڈیاں بالکل خاک ہوجائیں ، مردے بجمیع اجزاء تراب خالص کی طرف استحالہ کریں ، اس کے بعد روا ہے ۔

اوّل تو بداہۃً باطل ، اور شاید بعلتِ وہابیت آپ کے یہاں تو شرک ہو ، اور ثانی بھی اسی کی مثل ہو کہ نشانِ بالا نہ قبر ہے نہ قبر کے لیے رکن و شرط ، تو اس کا عدم و وجود یکساں ۔ معہذا اس مقبرے میں یہ صورت بھی ہنوز متحقق نہ ہُوئی کہ نشانِ قبر موجود ہیں اور آپ کا حکم بے تخصیص ثلث خالی صاف مطلق ہے کہ "مدرسہ وقفی بنانا گورستان میں درست ہے" ۔ اور آپ کے مقلد نے اس اطلاق کی صریح تصریح کردی کہ "بنایء مدرسہ اس جگہ میں خصوصاً حصہ خالی میں درست ہے" ۔ اس خصوص نے عموم کو واضح کردیا ، لاجرم ثالث لیجئے گا ، اب یہ آپ پر لازم تھا کہ دلیل شرعی سے اس مدت کی تعیین کرتے ، جس میں مُردوں کی ہڈی پسلی کا اصلاً نام و نشان نہیں رہتا ۔ سب سے پچھلی جو میت دفن ہُوئی اسے اتنی مدت گزر چکی ۔ ان دو مرحلوں کو بغیر طے کیے حکمِ جواز لگا دینا محض جہل تھا ۔ اتنا یاد رکھئے کہ مجرد شک یہاں کام نہ دے گا کہ "الیقین لایزول بالشك" (شک سے یقین زائل نہیں ہوتا ۔) عقل و نقل کا قاعدہ اجماعیہ ہے ۔ وجود مانع یعنی بعض اجزائے اموات پر یقین نہ ہو حکمِ حرمت و ممانعت ہی رہے گا اور آپ کے لیت و لعل سے کام نہ چلے گا ،

توظاہر ہُوا کہ اس روایت خارجہ عن المذہب کا دامن پکڑنا بھی محض سوءِ فہم وبندگی وہم تھا وباللہ العصمۃ۔

**عاشرًا** لطف یہ ہے کہ اس روایت خارجہ میں شرطِ استغنا عن الدفن لگائی گئی ہے، آیا اس سے یہ مراد کہ اس کے سوا دوسری جگہ دفن ہوسکتا ہو، جب تو یہ شرط محض لغو وعبث ہے۔ وہ کون سا گورستان ہے جس کی طرف احتیاج دفن بمعنی لولاہ لامتنع (اگر وہ نہ ہو تو منع ہے۔ت) ہے، نہ ہرگز تعطل وویرانی، اوقاف میں صرف اس قدر ملحوظ ہوتا ہے بلکہ یہاں مطمح النظر دو امر رہتے ہیں، ایک عدم محتاجین یعنی وہاں آبادی نہ رہی، لوگ متفرق ہوگئے۔ اب حاجت کسے ہو، جیسے جواب دوم میں عالمگیری ومحیط سے دربارہ مسجد وحوض گزرا کہ خرب ولایحتاج الیہ لتفرق الناس (جو ویران ہوجائے لوگوں کے وہاں سے چلے جانے کی وجہ سے اس کی احتیاجی نہ رہے۔ت) دوسرے عدم حاجت بوجہ عدم صلوح، یعنی وہ شے کسی مانع وقصور ونقص کے سبب اب اس کام کی نہ رہی، مثلاً زمین پر پانی نے غلبہ کیا کہ دفن کی گنجائش نہ رہی۔

فتاوٰی کبرٰی وجامع المضمرات وہندیہ واسعاف وغیرہا میں ہے:

امرأۃ جعلت قطعۃ ارض لہا مقبرۃ واخرجتہا من یدہا ودفنت فیہا ابنہا وتلک القطعۃ لاتصلح للمقبرۃ لغلبۃ الماء عندہا فیصیبہا فساد فارادت بیعہا، ان کانت الارض بحال لایرغب الناس عن دفن الموتی لقلۃ الفساد لیس لہا البیع وان کانت یرغب الناس عن دفن الموتی لکثرۃ الفساد فلہا البیع۔[1]

ایک عورت نے اپنی زمین کے ایک ٹکڑے کو قبرستان بنادیا اور اسے اپنے ہاتھ سے نکالا اور اس میں اپنے بیٹے کو دفن بھی کردیا، مگر یہ ٹکڑا غلبہ پانی کی وجہ سے قبرستان کے لیے درست نہ رہا تو اس نے اسے بیچنے کا ارادہ کیا، اگر زمین ایسی ہے کہ لوگ اس میں اپنے مردوں کو دفن کرنے سے پہلو تہی نہیں کرتے ہیں کیونکہ فساد زیادہ نہ تھا تو وہ عورت اس ٹکڑے کو بیچ نہیں سکتی اور اگر لوگ اس میں زیادہ خرابی کی وجہ سے مُردے دفن نہیں کرتے ہیں تو وہ عورت بیچ سکتی ہے۔

پر ظاہر کہ صورت مستفسرہ میں ہرگز نہ عدم محتاجین ہے نہ عدم صلوح، پھر شرطِ استغنا کب متحقق ہوئی اور تغیرِ وقف کی اجازت کس گھر سے ملی، تو روشن ہُوا کہ مجیب سوم کا اس روایت خارجہ سے تمسک محض تشبث الغریق بالحشیش (ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ت) تھا۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق۔

**تنبیہ:** یہ مجیب سوم پر تلک عشرۃ کاملۃ ہیں اور ان کا رُدان کے سب اتباع واذناب کے رد سے مغنی۔

ع وکل الصید فی جوف الفرا

(یہ عرب کا قول بطور مثل اس وقت بولا جاتا ہے جب بہت سی حاجتوں میں سے بڑی حاجت پوری ہوجائے)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوقف الباب الثانی عشر فی الرباطات الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۷۱

اور اذناب کے پاس ہے ہی کیا سوا امام زیلعی کی تحقیق کے۔ روایت امام زیلعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ جسے خود مولوی گنگوہی صاحب نے کچھ سوچ سمجھ کر چھوڑ دیا اور روایت فقہیہ نہ لکھنے کے لیے بے علتی کا بہانہ لیا۔ مجیب اوّل نے لکھی، مجیب دوم سلمہ نے جواب دیا۔ بعض اذناب سوم نے بے تعرض جواب پھر اسی کا اعادہ کیا، مگر جناب گنگوہی صاحب چرکے کہ یہاں مقبرۂ وقف میں کلام ہے۔ مجھے خاص دوسرے مکان وقفی کی اجازت نکالنی مشکل پڑی ہے۔ ہل چلانا، کھیتی کرنا کر اس روایتِ امام زیلعی میں جائز ہو رہا ہے، کس گھر سے جائز کرسکوں گا لہذا ہوشیار نہ اس سے عدول کیا جو اذناب کی سمجھ میں نہ آیا۔ غالباً اب تو ناظرین نے اس روایت کا محل ومحصل سمجھ لیے ہوں گے۔

صاحبو! اس سے مقصود زمین مملوک ہے، یعنی اگر کسی کی ملک میں کوئی میّت دفن کر دی گئی ہو، تو جب وُہ بالکل خاک ہوجائے مالک کو روا ہے کہ وہاں کھیتی کرے، گھر بنائے، جو چاہے کرے،

لان الملك مطلق والمانع زال وھذا ایضا اذاکان ذٰلك باذنه والافـفی الغصب له اخراج المیّت وتسویة الارض کما ھی لحدیث لیس لعرق ظالم حق[1]

کیونکہ ملک مطلق ہے اور مانع زائل ہوگیا اور یہ بھی اس صورت میں ہے جبکہ اس کی اجازت سے ہو، ورنہ غصب کی صورت میں اسے حق ہے کہ میّت کو نکالے اور زمین برابر کرے جیسے کہ تھی، کیونکہ حدیث میں ہے کہ زمین پر ظالم کا حق نہیں۔

علامہ مدقق علائی قدس سرہ نے دُرمختار میں اسے ایسے نفیس سلسلے میں منسلک کیا جس نے معنی مرادی کو کھول دیا۔ مجیب اوّل نے یہ روایت وہیں سے اخذ کی مگر علامہ مدقق کے اشارات کہ ہر فہم کی دسترس کہاں!

درمختار میں فرمایا:

لا یخرج منه بعد اھالة التراب الا لحق اٰدمی کان تکون الارض مغصوبة او اخذت بشفعة ویخیر المالك بین اخراجه و مساواته بالارض کما جاز زرعه والبناء علیه اذا بلی وصار ترابا زیلعی[2]

مُردے کو مٹی ڈالنے کے بعد صرف حقوق العباد کی وجہ سے نکالا جائیگا، جیسے زمین مغصوبہ ہو یا شفعہ سے لی گئی ہو، اور مالک کو اختیار ہوگا کہ اسے نکالے یا زمین برابر کرے، جیسے کہ اس پر عمارت بنانا اور کھیتی باڑی کرنا مُردوں کے گلنے سڑنے اور مٹی ہوجانے کے بعد درست ہے زیلعی (ورنہ مقبرہ وقفی میں کھیتی کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں)

ہدایہ میں ہے:

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۵ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۷/ ۱۴

[2] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۶

فی غایة القبح ان یقبر فیه الموتٰی سنة و یزرع سنة۔[1]

یہ بات انتہائی قبیح ہے کہ ایک سال اس میں مُردے دفن کیے جائیں اور ایک سال کھیتی باڑی کی جائے۔ (ت)

بات یہ ہے کہ وہابیہ کی نگاہ میں قبورِ مسلمین بلکہ خاص مزاراتِ اولیائے کرام علیہم الرضوان ہی کی کچھ قدر نہیں، بلکہ حتی الوسع ان کی توہین چاہتے ہیں اور جس حیلے سے قابو چلے انھیں نیست و نابود و پامال کرانے کی فکر میں رہتے ہیں ان کے نزدیک انسان مرا اور پتھر ہوا، جیسے وہ خود اپنی حیات میں ہیں کہ لا یسمع و لا یبصر و لا یغنی عنك شیئًا (جو نہ سُنے نہ دیکھے اور نہ تیرے کچھ کام آئے۔ ت) حالانکہ شرعِ مطہر میں مزاراتِ اولیاء تو مزاراتِ عالیہ، عام قبورِ مسلمین مستحقِ تکریم و ممتنع التوہین، یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں: "قبر پر پاؤں رکھنا گناہ ہے کہ سقفِ قبر بھی حقِ میت ہے۔"

قنیہ میں امام علائے ترجمانی سے ہے:

یأثم بوطء القبور لان سقف القبر حق المیت۔[2]

قبر پر پاؤں رکھنا گناہ ہے کہ سقفِ قبر بھی حقِ میت ہے۔

حتّٰی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جن کی نعلین پاک کی خاک اگر مسلمان کی قبر پر پڑ جائے تو تمام قبر جنت کے مشک و عنبر سے مہک اُٹھے، اگر مسلمان کے سینے اور منہ اور سر اور آنکھوں پر اپنا قدمِ اکرم رکھیں اس کی لذت و نعمت و راحت و برکت میں ابد الآباد تک سرشار و سرفراز رہے۔ وہ فرماتے ہیں:

لان امشی علی جمرة او سیف احب الیّ من ان امشی علی قبر مسلم[3] رواہ ابن ماجة باسناد جید عن عقبة بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بے شک چنگاری یا تلوار پر چلنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں کسی مسلمان کی قبر پر چلوں۔ اسے ابنِ ماجہ نے سندِ جید کے ساتھ عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔



اور وہابیہ کو اس کی فکر ہے کہ کسی طرح مسلمانوں کی قبروں پر مکان بنیں، لوگ چلیں پھریں، قضائے حاجت کریں، بھنگی اپنے ٹوکرے لے کر چلیں ع

اگر این ست پسندِ تو نصیبت بادا

(اگر یہی تجھے پسند ہے تو تجھے نصیب ہو۔ ت)

---

[1] الہدایة — کتاب الوقف — المکتبة العربیة کراچی — ۶۱۸/۲

[2] فتاوٰی قنیہ — کتاب الکراہیة والاستحسان — مکتبہ مشتہرہ بالمہانندیہ کلکتہ بھارت — ص ۱۶۷

[3] سنن ابن ماجة — باب ماجاء فی النہی عن المشی علی القبور — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ص ۱۱۲

ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم ○ واذ اخذت المسئلۃ حقھا من البیان و لنکف عنان القلم حامدین للہ سبحنہ وتعالٰی علی ما علم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد و اٰلہ واصحابہ وسلم واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم وحکمہ عز شانہ احکم۔

طاقت وقوت صرف اللہ تعالٰی کے لیے ہے، جب میں نے مسئلہ کماحقہٗ بیان کردیا تو اب چاہیے اللہ تعالٰی کی حمد کرتے ہُوئے قلم کو روکیں کہ اسی نے علم دیا، اور درود و سلام ہو ہمارے آقا ومولا حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے صحابہ پر، و اللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکمہ عز شانہ احکم۔ (ت)

## تمت

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ و اٰلہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱
عبدالمصطفٰی احمد رضا خاں

ان ھٰذا لھو الحق والحق بالاتباع احق۔

(بے شک حق یہی ہے اور حق ہی اتباع کے زیادہ لائق ہے۔ ت)

محمد سلطان

---



اس میں جو کچھ بیان ہے سب مطابق احکام شریعت وسلف صالحین ہے۔ مسلمان ان سب کو تمسک کریں۔ مؤلف علام کو خدائے برتر جزائے خیر دے اور مقبولِ خاص وعام کرے اور مجھ کو بھی ثواب سے محروم نہ فرمائے۔ والصلوٰۃ والسلام علٰی خیر الانام و آلہ واصحابہ الکرام۔

المذنب المدعو محمد عبداللہ عفی عنہ

---

مسائلِ بالا کہ علمائے دین متین وفضلائے امت (رسولِ مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم) تحریر وتقریر فرمودند ہمہ حق وراست ودرست اند۔ شاکی اینہا مردود وفاسق اند۔

اُوپر والے مسائل جن کو علمائے دین متین، فضلائے امتِ رسولِ مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لکھا ہے اور بیان کیا ہے سب درست اور صحیح ہیں، ان میں شک کرنے والے مردود اور فاسق ہیں (ت)

العبد الضعیف الراجی الٰی رحمۃ اللطیف محمد نعیم پشاوری عفی اللہ عنہ وعن والدیہ والمومنین والمومنات، آمین ثم آمین۔

---

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۃ حامداً ومصلیاً ومسلماً علی رسولہ سیدنا محمدٍ وآلہ واصحابہ واولیاء امتہ ومتبعیہم اجمعین ○ جو کچھ مولانائے مجیب جامع المعقول والمنقول حلالِ مہمات فروع واصول مولوی محمد عمر الدین صاحب الحنفی القادری جزاہ اللہ تعالٰی خیر الجزاء نے صورت مسئولہ میں تحریر فرمایا ہے وہ سب حق وصواب ہے، جواب لاجواب ہے، پسندیدہ اولی الالباب ہے۔ حنفی مذہب کے مطابق قبروں کو کھود کر صاف میدان کردینا اور اس پر مکان وغیرہ بنانا ہرگز درست نہیں۔ اس کی تحقیق مولائے مجیب نے عمدہ طور سے فرمائی ہے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، معترضوں کے کل اعتراض نہایت خوش اسلوبی سے اٹھادئے ہیں اور منکروں کے سب خدشات دفع کردئے ہیں پھر تحریر مہر تنویر فاضل کامل، عالم عامل، محقق علوم عقلیہ، مدقق فنون نقلیہ، قالع اصول مبتدعین، قامع اوہام نجدیین، حامی سنن، ماحی فتن، مجدد مائۃ حاضرہ، حجۃ قاہرہ مولنا الحاج احمد رضاخاں صاحب ادام اللہ تعالٰی فیوضاتھم کی تو منکروں پر بجلی سی کڑک پڑی، رشید گنگوہی کی تحریر پر تزویر کے تو خوب پرخچے اڑائے۔ ایسا امر کوئی فروگذاشت نہ ہوا کہ جس کے لکھنے کی کسی کو تکلیف ہو۔ پس فقیر نے طول دینا مناسب نہ سمجھا، لہذا اختصار سے کام لیا گیا۔ ان فتووں کا انکار بجز فرقۂ نجدیہ وہابیہ، اسمٰعیلیہ، ہندیہ، اسحاقیہ، رشیدیہ گنگوہیہ شیطانیہ خذلہم اللہ تعالٰی فی الدنیا والآخرۃ کے کوئی نہ کرے گا۔ اہل سنت وجماعت کو ان دجاجلہ ضلالت کیش وابالسہ بطالت اندیش کی صحبت سے پرہیز کرنا لازم ہے اور سلام وکلام قطع کرنا واجب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔



حررہ الراجی الی لطف ربہ القوی عبدالنبی الامی السید حیدرشاہ القادری الحنفی تجاوز اللہ تعالٰی عن ذنبہ الجلی والخفی وحفظ عن موجبات الکی والغی بحرمۃ النبی الہاشمی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ واصحابہ وسلم متوطن کچھ بھوج المعروف بہ پیربھروالہ نزیل بمبئی۔

| عبدالنبی الامی<br>الحنفی ۔ سید<br>حیدرشاہ قادری |
|---|

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی رزق الانسان علماً وسمعاً وبصراً فی الحیاۃ وبعد الممات، فالموتٰی یعرفون الزوار ویسمعون الاصوات والصلوۃ والسلام الاتمان الاکملان علی من ھدانا الی الصراط المستقیم ووقانا بہا من نار الجحیم التی اعدت للکفرین والماردین من النیاشرۃ

سب تعریفیں اس اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جس نے انسان کو زندگی میں اور بعد از موت جاننے، سننے اور دیکھنے کی قوت بخشی، اتم واکمل درود وسلام ہو اس ذات پر جس نے ہمیں سیدھی راہ دکھائی اور ہمیں نار جہنم جو کافروں، سرکشوں، رب العالمین کو جھٹلانے والوں شیطان لعین کو اولین وآخرین کے علم پر فضیلت

والمکذبین لرب العالمین والمفضلین للشیطان اللعین علی علم الاولین والاٰخرین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ واصحابہ وابنہ وحزبہ اجمعین وعلینا بھم یاارحم الراحمین ، وبعد فلما رأیت جواب ناصر الدین المتین ومولٰنا المولوی محمد عمر الدین وجدتہ موافقا للسنۃ دافعا للفتنۃ ونظرت تحریر المولوی رشید احمد الگنگوھی فما ھو الاضلال مبین وھتک لحرمۃ المومنین ومارد بہ علیہ خاتم المحققین عمدۃ المدققین عالم اھل السنۃ مجدد المائۃ الحاضرۃ سیدی ومرشدی وکنزی وذخری لیومی وغدی مولٰنا المولوی محمد احمد رضا خان ایدہ اللہ تعالٰی بواھب بالفیض والمواھب فلا اجد لسانا ثناء علیہ غیران اقول لاشک انہ الصدق الصراح والحق القراح فجزاھم اللہ خیرا لجزاء عن الاسلام والمسلمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واللہ تعالٰی اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب قالہ بفمہ ورقمہ بقلمہ محمد المدعو بظفر الدین المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی الرضوی المجددی البھاروی العظیم اٰبادی۔

| محمدی سنی حنفی قادری |
| --- |
| ابوالبرکات محمد ظفر الدین |

دینے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے سے بچایا ، درود وسلام ہو آپ پر اور آپ کے آل ، اصحاب ، بیٹے ، گروہ سب پر اور ان کے وسیلہ سے ہم پر یاارحم الراحمین ، بعدازیں جب میں نے دین متین کے ناصر مولٰنا مولوی محمد عمر دین کے جواب کو غور سے دیکھا تو اسے سنّت کے موافق اور فتنہ سے مدافع پایا ، اور مولوی رشید احمد گنگوہی کی تحریر پر نظر کی تو اسے گمراہ کن اور توہینِ مومنین سے مملو پایا ، اور خاتم المحققین ، عمدۃ المدققین ، عالمِ اہلِ سنت ، مجدد مائۃ حاضرہ ، میرے سردار ، میرے مرشد ، میرے کل اور آج کے لیے ذخیرہ وخزانہ مولٰنا احمد رضا خان ( اللہ تعالٰی اس کی عطاؤں اور فیض کو ہمیشہ جاری رکھے ) نے جو اس پر رَد فرمایا میرے پاس ایسی زبان نہیں کہ اس کی تعریف کرسکوں ، ہاں اتنا ضرور کہوں گا کہ بے شک وہ صاف سچ اور خالص حق ہے ، اللہ تعالٰی سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے طفیل اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے انھیں جزائے خیر عطا فرمائے ، اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے اور اصل کتاب اسی کے پاس ہے ۔ محمد ظفر الدین محمدی سنی حنفی قادری برکاتی رضوی مجددی بہاری عظیم آبادی نے اسے بزبانِ خود کہا ہے اور اپنے قلم سے لکھا ہے ۔ (ت)

**مسئلہ ۱۳۹** از شہر کہنہ مسئولہ رحمت علی خادمِ مزار شاہدانہ رحمۃ اللہ تعالٰی ۹ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اراضی مذبح جس پر دُکاندار لوگ خوانچہ لگا کر بیٹھ جاتے ہیں بذریعہ ٹھیکہ مالک تھا اور دُکانداروں پر دو دو چار چار پیسے روزانہ کے حساب سے مقرر کر لیے تھے بعد چند روز کے اندرونِ میعادِ ٹھیکہ زید سے عمرو نے ٹھیکہ لگایا اور دکانداروں پر اول سے زیادہ کرایہ مقرر کر لیا، مگر دکان دار لوگ کرایہ زیادہ حسبِ منشاء عمرو کو نہ دے سکے اور مجبور ہو کر اراضی تکیہ جو متصل مذبح کے ہے حسبِ رضامندی فقیر جا بیٹھے اور فقیر کو دو پیسے روز ہر دُکان دار دینے لگا۔ عمرو کو یہ بات ناپسندِ خاطر ہوئی اور دینی برادرون قصابان سے اپنا عذر کیا، چنانچہ عمرو ٹھیکیدار و نیز اکثر برادرانِ عمرو کہ جو وہاں کی اشیاء کے خریدار بھی ہیں باتفاق سب نے فقیر پر دباؤ ڈالا اور کہا کہ منجملہ دو پیسے کے ڈیڑھ پیسہ عمرو کو اور نصف فقیر کو ہر دکاندار دے، ایسی صورت میں عمرو کو ڈیڑھ پیسہ لینا کہ جو عمرو کی زمین سے کسی دکاندار کو کچھ تعلق نہیں ہے چاہئے یا نہیں، دوم تکیہ کی اراضی میں دُکان داروں کو خوانچہ لگا کر بیٹھنا اور کرایہ فقیر کو دینا اور فقیر کو لینا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ بینوا توجروا۔

## الجواب

دونوں باتیں حرام ہیں، نہ تکیہ کی زمین دُکان داروں کو کرایہ پر دی جاسکتی ہے نہ اُن کا کرایہ فقیر کو حلال ہوسکتا ہے، اور اگر فقیر کی اپنی مملوک کوئی زمین ہوتی تو اس پر دباؤ ڈال کر کوئی کوڑی عمرو کو دلوانا قطعاً حرام تھا تو یہ حرام در حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم



**مسئلہ ۱۴۰ تا ۱۴۵** از شیرکوٹ مسئولہ مظہر الحسن صاحب ۹ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) از روئے شریعتِ اسلام قبرستان کا بیع و رہن وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) قبرستان کی زمین کسی کی ذاتی ملکیت ہوسکتی ہے یا نہیں، اور مخصوص قبرستان بنانا کیسا ہے اور اس کی نسبت کیا احکامِ شرعی ہیں؟

(۳) قبروں کو منہدم یا مسمار کرکے اُس میں کھیتی وغیرہ کرنا کیسا ہے، اور اگر کوئی شخص مسلمان ہو کر ایسا کرے تو اس کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟

(۴) قبروں کو منہدم یا ویران کرتے یا کھودتے ہُوئے دیکھ کر کوئی مسلمان ایسا کرنے والے کو روکنے کا شرعاً مجاز ہے یا نہیں؟

(۵) قبرستان میں یا اُس کی متعلقہ زمین میں بول و براز، گندگی وغیرہ پھینکنا یا قبرستان کو گندگی کا مخزن

بنانا کیسا اور اس کی نسبت کیا حکم ہے ؟
(۶) مسلمانوں پر قبرستان کی حرمت کس حد تک واجب ہے ؟

## الجواب

(۱ و ۲) عامہ قبرستان وقف ہوتے ہیں، اور وقف کی بیع و رہن حرام ہے، اور جو خاص قبرستان کسی کی ملک ہو جس میں اس نے مردے دفن کیے ہوں مگر اس کام کے لیے وقف نہ کیا ہو، وہ بھی مواضع قبور کو نہ بیچ سکتا ہے نہ رہن کرسکتا ہے کہ اس میں توہینِ اموات مسلمین ہے، اور اُن کی توہین حرام ہے۔

(۳) حرام ہے مگر یہ کہ کسی کی مملوک زمین میں بے اس کی اجازت کے کسی نے مردہ دفن کردیا ہو اور اس نے اُسے جائز نہ رکھا تو اُسے اس کے نکلوا دینے اور اپنی زمین خالی کرلینے اور کھیتی و عمارت ہر شے کا اختیار ہے۔

(۴) جو شخص ایسے جرم شدید کا مرتکب ہو ہر مسلمان پر واجب ہے کہ بقدرِ قدرت اسے روکے، جو اس میں پہلو تہی کرے گا اُسے فاسق کی طرح عذابِ نار ہوگا۔

قال تعالٰی کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ بئس ماکانوا یفعلون[1] اللہ تعالٰی فرماتا ہے: وُہ ایک دوسرے کو بُرے کام سے روکتے نہ تھے، وہ سب کیا ہی بُرا کام کرتے تھے (ت)

(۵) حرام، حرام، سخت حرام ہے اور اس کا مرتکب مستحقِ عذابِ نار و غضبِ جبار ہے۔

(۶) قبورِ مسلمین پر چلنا جائز نہیں، بیٹھنا جائز نہیں، اُن پر پاؤں رکھنا جائز نہیں۔ یہاں تک کہ ائمہ نے تصریح فرمائی کہ قبرستان میں جو نیا راستہ پیدا ہوا اس میں چلنا حرام ہے، اور جن کے اقربا ایسی جگہ دفن ہوں کہ ان کے گرد اور قبریں ہوگئیں اور اسے اُن قبور تک اور قبروں پر پاؤں رکھے بغیر جانا ناممکن ہو، دُور ہی سے فاتحہ پڑھے اور پاس نہ جائے زیادہ تفصیل ہمارے رسالہ اھلاک الوھابیین میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم



**مسئلہ ۱۴۶:** از سکندر پور ضلع بلیا پاٹی گلی مسئولہ محمد حسین و عطا حسین ۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زینب نے اپنے نواسہ بکر کو اپنی زمینداری ہبہ کی اور لکھ دیا کہ توابع لواحق اس کے جو کچھ ہے ہبہ کردیا، بکر نے عمرو کے ہاتھ اس زمینداری کو مع جملہ حقوق توابع لواحق بیع کردیا اور اس کے اندر قبرگاہ واہبہ کا بھی ہے تو اس کے اندر عمرو مشتری کی قبر بنانا جائز ہے یا نہیں یا اُس قبرگاہ پر متصرف ہونا مشتری عمرو کا درختان انبہ وغیرہ کا پھل کھانا یا لکڑی لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ قبرگاہ بغیر دیوار بے مرمت اور خراب ہو تو عمرو بنواسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

---

[1] القرآن ۵/۷۹

## الجواب

ہبہ و بیع سے قبرستان وقف مستثنیٰ ہیں۔ مشتری کی قبر بھی اس میں بن سکتی ہے۔ واہبہ وغیرہ کی قبر کی مرمّت بھی وہ کرسکتا ہے، جو درخت اس میں ہیں وہ مشتری کی ملک ہیں جو چاہے کرے۔ قبرستان اگرچہ وقف ہو اس کے درخت وقف نہیں ہوتے کما بینہ فی الھندیۃ وغیرھا (جیسا کہ ہندیہ وغیرہا میں بیان کیا گیا ہے۔ت)
واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ ۱۴۷** از کلکتہ زکریا اسٹریٹ نمبر ۲۲ مسئولہ مولوی عبدالحق صاحب و مولوی مبارک کریم صاحب بمعرفت حاجی لعل خاں صاحب ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس مرید خاص نے مزار کے قریب کچھ زمین و مکانات اپنے خرچ اور آفس و مال گودام کے لیے نیز اس لیے کہ زائرین قیام کریں اور مجالس اس میں قائم ہوں تیار رکھتے تھے، نہ وہ زمین و مکانات وقف کئے نہ کبھی حالتِ حیاتِ شیخ میں شیخ نے نامزد کئے نہ بعد وفاتِ شیخ بنام مقبرہ اس نے بضرورتِ تجارت اُس اراضی و مکانات کو مبلغ کثیر پر رہن رکھا ہے۔ اب فرزندِ شیخ کہتے ہیں کہ یہ سب مکانات وغیرہ ہمارے نام کردو، تو کیا فرزندِ شیخ کا یہ دعویٰ صحیح ہوسکتا ہے اور کیا مرید کو اختیار ہے کہ قبل فک رہن اُس جائداد کو فرزندِ شیخ کے نام کردے، اور کیا وہ فرزندِ شیخ اس مرید کی جائداد بجبر و اکراہ اپنے نام کرواسکتا ہے، آیا شریعت میں مرید پر کچھ استحقاقِ مالی شیخ یا وارثانِ شیخ کا ہے؟

**جواب از لکھنؤ:** ھوالمصوب صورتِ مذکورہ میں زمین و مکانات و انتظام مقبرہ پر دعویٰ فرزندِ شیخ کا باطل ہے، مرید پر مالی استحقاق شیخ کا یا وارثانِ شیخ کا شرعاً نہیں ہے اور مرید جائداد مرہون بغیر فک رہن کسی شخص کو دے نہیں سکتا، نہ فرزندِ شیخ مرید پر کوئی جبر کرسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ محمد عبدالمجید

## الجواب

فرزندِ شیخ کا دعویٰ باطل، اور اسے جبر کا کوئی اختیار نہیں۔

قال تعالیٰ لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم[1]۔ باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اپنے مال آپس میں ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ تمہاری باہمی رضامندی سے کوئی سودا ہو۔ (ت)

زمین و مکانات و مقبرہ سب مِلکِ مرید ہیں اس کے ورثاء کے قبضے میں رہیں گے۔ مرید پر شیخ کا مالی استحقاق بمعنی وجوبِ شرعی بحیثیت شیخیت نہیں، اگرچہ طریقۃً وہ اور اس کا مال سب گویا اس کے شیخ کا ہے، یا شریعۃً بوجوہ

---

[1] القرآن ۴/۲۹

دیگر وجوب ہوسکتا ہے۔ فرزند شیخ کا یہ مطالبہ کرنا سوال ہے اور سوال بلاضرورت حرام ہے۔ ہاں اگر مرید رضائے خود چاہے تو اپنا مال اُس کے نام کرسکتا ہے اگرچہ قبل ادائے دین مرتہن باذن مرتہن۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۱۴۸** از جوناگڑھ کاٹھیاواڑ سرکل مدارالمہام مرسلہ مولوی امیرالدین صاحب ۱۰ ذی القعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی بزرگ کے مزار پر لوبان جلانا شرع شریف میں کیا حکم رکھتا ہے؟ اور جو شخص جلانے والے کو فاسق اور بدعتی کہے اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

## الجواب

عُود لوبان وغیرہ کوئی چیز نفسِ قبر پر رکھ کر جلانے سے احتراز چاہئے اگرچہ کسی برتن میں ہو لما فیہ من التفاؤل القبیح بطلوع الدخان علی القبر والعیاذ باللہ (کیونکہ اس میں قبر کے اوپر سے دھواں نکلنے کا بُرا فال پایا جاتا ہے، اور خدا کی پناہ۔ ت) صحیح مسلم شریف میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی:

انہ قال لابنہ وھو فی سیاق الموت اذا انامت فلا تصحبنی نائحۃ ولا نار[1] الحدیث۔

انھوں نے دمِ مرگ اپنے فرزند سے فرمایا جب میں مرجاؤں تو میرے ساتھ نہ کوئی نوحہ کرنے والی جائے نہ آگ جائے۔ الحدیث (ت)

شرح المشکوٰۃ للامام ابن حجر المکی میں ہے: لانھا من التفاؤل القبیح[2] (کیونکہ آگ میں فالِ بد ہے۔ ت)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے: انھا سبب للتفاؤل القبیح[3] (یہ فالِ بد کا سبب ہے۔ ت) اور قریبِ قبر سلگانا کہ اگر وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوں نہ کوئی تالی یا ذاکر ہو بلکہ صرف قبر کے لیے جلا کر چلا آئے تو ظاہر منع ہے کہ اسراف و اضاعتِ مال ہے۔ میّت صالح اُس غرفے کے سبب جو اُس کی قبر میں جنت سے کھولا جاتا ہے اور بہشتی نسیمیں بہشتی پھولوں کی خوشبوئیں لاتی ہیں، دنیا کے اگر لوبان سے غنی ہے اور معاذ اللہ جو دُوسری حالت میں ہو اُسے اس سے انتفاع نہیں۔ تو جب تک سند مقبول سے نفع معقول نہ ثابت ہو سبیلِ احتراز ہے۔

ولا یقاس علی الورد والریاحین المصرح باستحبابہ فی غیر ما کتاب کما اوردنا علیہ

اس کا قیاس پھولوں پر نہیں ہوسکتا جن کے مستحب ہونے کی صراحت متعدد کتابوں میں موجود ہے جیسا کہ

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۷۶
[2] مرقاۃ بحوالہ الامام ابن حجر مکی کتاب الجنائز مکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۴/۱۹۶
[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ 〃 〃 〃 〃 〃 〃

تصریحات کثیرۃ فی کتابنا حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات، فان العلۃ فیہ کما نصوا علیہ انہا ما دامت رطبۃ تسبح اللہ تعالٰی فتؤنس المیت لا طیبہا۔

اس پر کثیر تصریحات ہم نے اپنی کتاب حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات میں نقل کی ہیں اس لیے کہ حسبِ تصریحِ علماء ان کے استحباب کی علت یہ ہے کہ وہ پھول جب تک تر رہیں گے اللہ کی تسبیح کرتے اور میت کا دل بہلاتے رہیں گے ــــ خوشبودار ہونا علت نہیں (ت)

اور اگر بغرضِ حاضرین وقت فاتحہ خوانی یا تلاوت قرآن عظیم و ذکر الٰہی سلگائیں تو بہتر و مستحسن ہے۔

وقد عہد تعظیم التلاوۃ والذکر تطییب مجالس المسلمین بہ قدیما وحدیثا۔

اور تلاوت و ذکر کی تعظیم اور اس سے مسلمانوں کی مجلسوں میں خوشبو پھیلانا زمانۂ قدیم وجدید میں متعارف ہے۔ (ت)

جو اسے فسق و بدعت کہے محض جاہلانہ جرأت کرتا ہے یا اصول مردودۂ وہابیت پر مرتا ہے۔ بہرحال یہ شرع مطہر پر افترا ہے، اس کا جواب انھیں دو آیتوں کا پڑھنا ہے:

قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین[1] قل اللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

تم کہو اپنی دلیل لاؤ اگر سچے ہو ــــ تم کہو کیا خدا نے تمھیں اذن دیا ہے یا اللہ پر افترا کرتے ہو۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم



---

[1] القرآن ۲/ ۱۱۱

[2] القرآن ۲/ ۱۱۷